شاہی مجرم
اشتیاق احمد

محمود، فاروق، فرزانہ

اور — انسپکٹر جمشید سیریز

ناول نمبر ۶۰۱

شاہی مجرم

اشتیاق احمد

نام ناول ــــ شاہی مجرم
پبلشر ــــ طاہر ایس ملک
طبع اول ــــ جون ۱۹۹۵ء
سرورق ــــ الماز
پرنٹر ــــ زاہد بشیر پرنٹرز
قیمت ــــ پندرہ روپے

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مسلمان نیک بخت آدمی کا خواب نبوت کے ستر حصوں میں سے ایک حصہ ہے ـــ

سنن ابن ماجہ شریف، جلد سوم
صفحہ نمبر ۲۳۰، حدیث نمبر ۷۸۹

دو باتیں

السلام علیکم!

یہ کہانی طویل ہوتی نظر آ رہی تھی — ایک ناول میں ختم ہونا مشکل نظر آ رہا تھا، لیکن آپ کی ناراضی کے پیشِ نظر میں نے اسے ایک ہی ناول میں ختم کیا۔ اگر آپ بھی پڑھنے کے بعد یہی بات محسوس کریں۔ تو مجھے معاف کر دیجیے گا —

اور ہاں! ایک تکلیف دہ صورتِ حال آپ کی خدمت میں پیش کر دوں — کاغذ کے ریٹ ہوا سے باتیں کر رہے ہیں — تین ماہ میں فی رم صرف ۱۱۰ روپے کا اضافہ ہو گیا ہے — یعنی ایک رم پر ۱۱۰ روپے ریٹ بڑھ گیا ہے — تین ماہ پہلے قریباً ۲۰۰ روپے رم تھا — اب ۳۱۰ روپے — اب آپ سوچ سکتے ہیں کہ میں کس پوزیشن میں ہوں — میں کیا کر سکتا ہوں اور آپ کیا کر سکتے ہیں —

یہ صرف میرا نہیں — آپ کا اپنا مسئلہ بھی ہے —

اخبارات میں کاغذ کی گرانی کی خبریں آپ نے پڑھی ہوں گی، اور پھر اس ریٹ پر بھی کاغذ کے ڈیلر سیدھے منہ کاغذ دینے پر تیار نہیں ہوتے — پہلے ایک فون پر کاغذ پریس پہنچ جاتا تھا — اب کئی کئی دن کوشش کرنا پڑتی ہے —

کیا آپ بتا سکتے ہیں — اب کیا کیا جائے — ایک تجویز میرے ذہن میں آتی ہے — یہ کہ ہر صفحے کی سطریں زیادہ کر دی جائیں — مثلاً پہلے اگر ۱۹ سطر ہر صفحے پر ہوتی ہیں تو اب ۲۱ سطر کر دی جائیں — اس طرح کہانی اتنے ہی الفاظ کی رہے گی — کتاب کے صفحات کم ہو جائیں گے — اور اس طرح میرا گزارا ہو جائے گا — لیکن پہلے آپ کی اجازت چاہیے۔ بصورتِ دیگر ایک بار پھر ایک روپیہ فی ناول قیمت میں اضافہ کرنا پڑے گا — دونوں صورتوں میں سے آپ کون سی صورت پسند کرتے ہیں — تمام قارئین ایک ایک خط اس کے نام پر ضرور تحریر کریں، تاکہ اندازہ ہو سکے — جو قارئین خطوط نہیں لکھیں گے، ان کے بارے میں یہ جان لیا جائے گا کہ وہ ہر طرح راضی ہیں — انہیں کسی صورت کوئی اعتراض نہیں ہوگا — کیا خیال ہے آپ کا؟

یکم مئی ۱۹۹۵ء

ناول پڑھنے سے پہلے یہ دیکھ لیں کہ:

- یہ وقت نماز کا تو نہیں —
- آپ کو سکول کا کوئی کام تو نہیں کرنا —
- کل آپ کا کوئی ٹیسٹ یا امتحان تو نہیں —
- آپ نے کسی کو وقت تو نہیں دے رکھا —
- آپ کے ذمے گھر والوں نے کوئی کام تو نہیں لگا رکھا۔

اگر ان باتوں میں سے کوئی ایک بات بھی ہو تو ناول الماری میں رکھ دیں۔ پہلے نماز اور دوسرے کاموں سے فارغ ہو لیں، پھر ناول پڑھیں۔ شکریہ!

مخلص

اشتیاق احمد

کاغذ کا بوجھ

محمود اچانک اٹھا... دوڑ کر چند قدم دور پہنچا، گھاس پر سے کوئی چیز اٹھائی اور پھر باغ کے دروازے کی طرف دوڑ پڑا... فاروق کا منہ مارے حیرت کے کھلا کا کھلا رہ گیا... وہ سمجھ نہیں سکا تھا کہ محمود کو ہو کیا گیا ہے... دو منٹ بعد وہ آہستہ آہستہ واپس آتا نظر آیا۔

"تم پر پاگل پن کا دورہ پڑا تھا کیا"۔ فاروق نے اس کے نزدیک آنے سے پہلے ہی کہہ دیا۔

"نہیں، ابھی تک نہیں پڑا"۔ محمود نے برا سا منہ بنایا۔

"تب پھر یہ کیا تھا... اس طرح اٹھ کر دروازے کی طرف کیوں دوڑ گئے تھے"۔

"تم نے دھیان نہیں دیا... اور تم میں بس یہی بات بری ہے کہ دھیان نہیں دیتے"۔ محمود بولا۔

"لیکن کس بات پر... بات تو مکمل بتایا کرو"۔

"اپنے ارد گرد کے ماحول پر... جب کہ میں چوکنا رہتا ہوں... یوں بھی تمہاری اس طرف کمر تھی"۔

"کس طرف... کیا کہنا چاہتے ہو"۔

"دائیں طرف... گلاب کی کیاری کے ساتھ ایک شخص بیٹھا کچھ لکھ رہا تھا... وہ کافی سوچ سوچ کر لکھ رہا تھا... آخر اس نے اس کاغذ کو تہ کیا اور پتلون کی پچھلی جیب میں رکھنے کی کوشش کی... لیکن جلدی میں کاغذ جیب میں نہیں گیا... گھاس پر گر گیا اور اسی وقت وہ اٹھ کر دروازے کی طرف چلا گیا... گھاس پر گرنے والے کاغذ کو میں نے بعد میں دیکھا' جب وہ جا چکا تھا... پھر جونہی میں نے اس کاغذ کو دیکھا... میں دوڑ پڑا... کاغذ اٹھایا اور دروازے کی طرف دوڑ لگا دی... تاکہ وہ اس آدمی کو دے سکوں... بے چارے نے اس پر کچھ لکھنے میں کافی دیر لگائی تھی"۔

"اوہ! تب تو تم نے نیکی کا کام کیا ہے"۔

"کرنے کی کوشش کی تھی... مکمل نہیں کر سکا"۔ محمود نے برا سا منہ بنایا۔

"کیا مطلب؟" فاروق چونکا۔

"دروازے پر پہنچا تو وہ آدمی کہیں بھی نظر نہیں آیا... اس لیے نیکی درمیان میں رہ گئی"۔

"نہیں... تمہیں ثواب ملے گا... تمہارا اس میں کوئی قصور نہیں... ارے مگر... اس کاغذ پر کیا لکھا ہے"۔ فاروق نے چونک کر کہا۔

"بھئی کسی کی تحریر ہم کیوں پڑھیں"۔

"اوہو... ضروری نہیں کہ اس نے کسی کو خط لکھا ہو... اگر وہ کسی کے نام خط ہو گا تو ہم نہیں پڑھیں گے"۔ فاروق نے کہا۔

"اچھی بات ہے"۔ یہ کہہ کر محمود نے جیب سے کاغذ نکالا اور اس کو کھولا... انہوں نے دیکھا... اس پر چند نام لکھے تھے... ترتیب وار... نمبر دے کر... یہ کل سات نام تھے... ان ساتوں ناموں کے آگے تاریخیں درج تھیں... ان میں سے چار تاریخیں گزر چکی تھیں... یعنی ابھی چار دن پہلے... ایک تاریخ آج کے دن کی تھی اور دو تاریخیں کل اور پرسوں کی تھیں۔

"پتا نہیں کیا ہے"۔ محمود نے منہ بنا کر کاغذ وہیں گھاس پر گرا دیا' لیکن فاروق نے کاغذ اٹھا کر جیب میں رکھ لیا۔

"یہیں گرا دو... بلکہ اس کیاری کے پاس گرا دو... تاکہ وہ آئے تو اسے مل تو جائے"۔

"ہاں! یہ ٹھیک ہے"۔ فاروق نے کہا اور کاغذ جیب سے نکال کر اس کیاری کے پاس پہنچا... دوسرے ہی لمحے وہ زور سے اچھلا... اس کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا۔

"کیا ہوا بھئی... تمہیں بچھو نے کاٹ لیا ہے کیا... مگر نہیں... یہاں بچھو کہاں... سردی کا موسم ہے اور گھاس میں تو زیادہ ٹھنڈک ہے... تب پھر گلاب کا کوئی کانٹا چبھ گیا ہے کیا؟"

"نن.... نہیں.... نچ"۔ فاروق ہکلا کر رہ گیا۔

"نچ.... یہ کیا ہوتا ہے"۔ محمود نے حیران ہو کر کہا۔

"اوہو.... خون.... بابا.... خون"۔ اس نے تلملا کر کہا۔

"کیسا خون.... کہاں ہے خون.... کس کا خون کر دیا ہے تم نے"۔ محمود نے جلدی جلدی کہا۔

"کیا مطلب.... خون کر دیا ہے"۔ پاس سے گزرتے ہوئے ایک شخص نے گھبرا کر کہا۔

"اوہو جناب.... یہ بات نہیں.... ہم اپنی بات کر رہے ہیں.... ویسے دیکھ لیں.... ہمارے پاس کوئی لاش تو نظر نہیں آ رہی"۔ اس نے جھلا کر کہا۔

"اوہ سوری"۔ اس نے کہا اور آگے بڑھ گیا۔

اب محمود اس کے نزدیک پہنچا اور یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ گیا کہ جس جگہ وہ آدمی بیٹھا تھا.... وہاں گھاس کا کچھ حصہ خون سے سرخ ہو چکا تھا۔

"یہ تو معاملہ پر اسرار ہو گیا ہے"۔ محمود نے جلدی سے کہا۔

"ہاں! اب کیا کریں؟" فاروق نے گھبرا کر کہا۔

"شاید کوئی اس کاغذ کی تلاش میں یہاں آئے.... تیار ہو جاؤ"۔ محمود نے پرجوش انداز میں کہا۔

"تیار ہو جاؤں.... لیکن کس کام کے لیے"۔

"مقابلے کے لیے.... ہمارا واسطہ اتفاق سے کسی کیس سے پڑ گیا ہے"۔

"میرا خیال ہے.... ہم اس کاغذ پر لکھے ہوئے نام.... دوسرے کاغذ پر لکھ لیتے ہیں.... کاغذ یہیں ڈال دیتے ہیں.... اور اپنی جگہ بیٹھ کر نظارہ کرتے ہیں"۔ محمود نے ترکیب بتائی۔

"بہت خوب صورت ترکیب ہے.... بھئی واہ.... تم تو آج فرزانہ کے کان کاٹ رہے ہو"۔

"نن نہیں تو.... فرزانہ یہاں کہاں"۔ محمود نے گھبرا کا اپنے کانوں کو چھوا۔

"حد ہو گئی.... اس میں کانوں کو چھونے کی کیا بات ہے"۔ فاروق نے منہ بنایا۔

"ہپ.... چا نہیں.... ارے باپ رے.... لکھنے کا وقت گزر گیا ہے.... وہ آ رہا ہے.... اور اس کی ساتھ ایک اور آدمی بھی.... وہ دیکھو.... جو شخص یہاں بیٹھا تھا.... وہ لنگڑا کر چل رہا ہے.... گویا اس کی ٹانگ یا پیر زخمی ہے.... اب ہم کیا کریں"۔

"کچھ نہیں.... اپنی جگہ اطمینان سے بیٹھ کر تیل دیکھیں گے.... تیل کی دھار دیکھیں گے"۔ فاروق مسکرایا۔

"لو اور سنو.... خون سے تیل تک جا پہنچے.... کہاں تو خون دیکھ رہے تھے"۔ محمود نے اسے گھورا۔

پھر وہ اپنی جگہ بیٹھ گئے.... کتابیں کھول لیں۔

وہ کاغذ اب فاروق کی خفیہ جیب میں پہنچ چکا تھا اور کسی کے تلاشی لینے پر بھی نہیں مل سکتا تھا.... انہوں نے کن انکھیوں سے دیکھا... وہ دونوں چلتے ہوئے اس کیاری کی طرف ہی آ رہے تھے.... پھر وہ اس جگہ پہنچ کر رک گئے۔

"بس! میں یہاں بیٹھا تھا.... یہیں میں نے وہ لسٹ لکھی تھی اور پھر اس کو پتلون کی پچھلی جیب میں رکھ کر باہر کی طرف چل پڑا تھا.... اس میں ذرا بھی جھوٹ نہیں ہے"۔

"لیکن یہاں اب وہ کاغذ نظر نہیں آ رہا"۔

"ہوا سے ادھر ادھر ہو گیا ہو گا.... یہ اس طرف دو لڑکے بیٹھے ہیں.... آؤ ان سے پوچھ لیں"۔

"اچھی بات ہے"۔

وہ دونوں ان کے پاس آ کر رک گئے۔

"کیوں لڑکو.... تم نے یہاں کوئی کاغذ تو پڑا نہیں دیکھا"۔

"جی کیا کہا.... کاغذ.... کیسا کاغذ"۔ محمود نے حیران ہو کر کہا۔

"تو... انہیں بھی نہیں معلوم... تمہاری کہانی جھوٹی ہے"۔

اس دوران وہ اس شخص کا جائزہ لے چکے تھے... اور انہیں حیرت اس بات پر تھی کہ وہ کہیں سے بھی زخمی نظر نہیں آ رہا تھا.... ان کے ذہن میں سوال گونج اٹھا.... پھر گھاس پر خون کس کا پھیلا ہوا

ہے.... اور یہ اس خون کے پاس بیٹھا کیا کر رہا تھا۔

"آپ لوگ کس کاغذ کی بات کر رہے ہیں"۔ محمود نے سرسری انداز میں پوچھا۔

"اس کاغذ پر چند نام لکھے ہوئے ہیں"۔ دوسرا بولا۔

"ارے ہاں یاد آیا.... یہ صاحب اس جگہ.... گلاب کی کیاری کے پاس بیٹھے کچھ لکھ رہے تھے.... تو اس کاغذ پر انہوں نے چند نام لکھے تھے.... اور وہ کاغذ گم ہو گیا ہے.... تو اس میں پریشانی کی کیا بات ہے.... آپ ان سے ایک اور کاغذ پر وہ نام پھر سے لکھوا لیں"۔

"تم ان باتوں کو نہیں سمجھو گے.... آؤ الو کے پٹھے چلیں"۔ دوسرے نے اس سے کہا۔

اس نے اسے بازو سے اس طرح پکڑ رکھا تھا.... جیسے وہ بھاگ نہ جائے اور پہلے کا انداز بھی کچھ ایسا ہی تھا کہ موقع ملے گا تو بس بھاگ جائے گا۔

"معاملہ پراسرار سا لگتا ہے... کیوں نہ ان کے پیچھے چلیں"۔ محمود نے کہا۔

"تم چلے جاؤ.... میرا جانا اس لیے ٹھیک نہیں کہ میری جیب میں وہ کاغذ ہے.... کہیں یہ لوگ وہ کاغذ ہم سے حاصل نہ کر لیں"۔

"تب پھر میں ان کے پیچھے جا رہا ہوں.... تم جلدی سے کسی کاپی پر وہ نام اور نمبر لکھ لو.... اور یہ کام کرنے کے بعد کاغذ پھر سے خفیہ

جیب میں رکھ لینا... کاپی بستے میں رکھ کر باہر آ جانا... اگر میں نظر آ جاؤں تو میرے ساتھ شامل ہو جانا... ورنہ سیدھے گھر چلے جانا اور ہاں... فرزانہ کو کچھ نہ بتانا... ورنہ وہ خوب خبر لے گی"۔

"لیکن اس خون کا کیا کریں؟"

"اچھا ٹھیک ہے... پارک کے دروازے پر فون بوتھ ہے... انکل اکرام کو فون کر دینا"۔

"یہ ٹھیک رہے گا۔ اب تم چلتے پھرتے نظر آؤ... کہیں وہ باہر نہ نکل جائیں اور نظروں سے اوجھل نہ ہو جائیں"۔

"او کے... میں چلا"۔

اور پھر وہ دروازے کی طرف چلا گیا... فاروق نے جلدی جلدی وہ کاغذ نکالا... بستے میں سے کاپی نکالی اور جلدی جلدی وہ نام لکھنے لگا... ایسے میں ایک سرگوشی اسے سنائی دی۔

"خبردار! کاپی اور کاغذ نیچے رکھ دو اور خود پیچھے سرک جاؤ"۔

فاروق سن رہ گیا... ایک خوفناک آدمی دوستانہ انداز میں اس کے پاس گھاس پر بیٹھ رہا تھا... اس کے چہرے کو دیکھتے ہی جسم میں خوف کی لہریں چلنے لگی تھیں۔

"آپ کون ہیں بڑے بھائی"۔ فاروق نے خود پر قابو پاتے ہوئے لہجے کو خوشگوار بنا کر کہا۔

"بڑا بھائی بھی کہہ رہے ہو اور یہ بھی پوچھ رہے ہو کہ میں کون

ہوں... میں بڑا بھائی ہوں اور یہ جو چیز تمہاری پسلیوں کو چھو رہی ہے..."

"یہ پستول کی نال ہے... آپ یہی کہنا چاہتے ہیں نا"۔

"ہاں... بالکل... کافی سمجھ دار ہو"۔ ان الفاظ کے ساتھ ہی اس نے وہ کاغذ اٹھا کر جیب میں رکھ لیا اور کاپی پر سے کاغذ پھاڑ کر اس کو بھی جیب میں ٹھونس لیا... پھر اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور بولا۔

"بچے اس قسم کے کاموں میں دخل نہیں دیا کرتے"۔

"شکریہ! آپ نے میرا بوجھ ہلکا کر دیا"۔ فاروق بولا۔

"اچھا... وہ کیسے؟"

"کاغذ کا بوجھ بہت محسوس کر رہا تھا میں"۔ وہ مسکرایا۔

"کہو تو کچھ اور بوجھ ہلکا کر دوں"۔ اس نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"مثلاً"۔ فاروق نے منہ بنایا۔

"مثلاً تمہاری روح تمہارے جسم کا بوجھ بہت محسوس کرتی ہو گی... اگر میں تمہاری روح کو جسم کی قید سے آزاد کرا دوں تو کیا انعام دو گے"۔ اس نے سنجیدہ انداز میں کہا۔

"جو کچھ میرے پاس ہو گا... خوشی سے دے دوں گا... تو یہ تجربہ بھی ہو جائے"۔

"یہ پبلک مقام ہے... اس قسم کے کام الجھن بڑھا دیتے ہیں... اگر زیادہ شوق ہو تو میرے ساتھ چلو... ان شاء اللہ بہت مزا رہے گا"۔

"تو پھر چلئے.... میں بھی یہی چاہتا ہوں"۔ فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"کیا چاہتے ہو تم بھی؟"

"یہ کہ مزا رہے.... بہت دن ہو گئے.... مزا نہیں رہا"۔

"یہ کیا کہہ رہے ہو"۔ اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"میری کوئی بات آپ کی عقل کے اوپر سے گزر جائے تو برا نہ مان جایئے گا"۔

"نہیں مانوں گا.... مجھے بس یہی تو ایک کام آتا ہے.... میں برا نہیں مانتا.... ہاں تو پھر چل رہے ہو یا نہیں"۔

"جانا پڑے گا.... کاغذ تو میں یہاں بھی آپ سے واپس لے سکتا تھا.... لیکن میں بھی نہیں چاہتا کہ سیر کے لیے آئے ہوئے لوگوں کو خوف سے دوچار ہونا پڑے"۔

"آؤ.... پھر جلدی کرو"۔

وہ اس کے پیچھے چلتا ہوا پارک سے باہر نکلا.... اس نے چاروں طرف دیکھا.... محمود کہیں بھی نظر نہیں آ رہا تھا.... ادھر وہ خوفناک آدمی ایک بڑی سی کار کی طرف بڑھ رہا تھا.... اس نے سوچا.... کیا کار پارک میں ہی اس سے نبٹ لے.... لیکن وہ ایسا بھی نہ کر سکا.... کیونکہ یہاں بھی لوگ خوف زدہ ہوتے.... آخر اس نے اس کے ساتھ ہی چلتے رہنے کا ارادہ کر لیا۔

دونوں ایک کار تک پہنچے۔

"بیٹھو بھئی"۔ اس نے دوستانہ انداز میں کہا۔

فاروق سوچ میں پڑ گیا.... کہ نہ جانے یہ شخص کیا چاہتا ہے.... اگر اس سے صرف وہ کاغذ حاصل کرنا تھا تو اب پستول کے زور پر اس سے پیچھا چھڑانا اس کے لیے کیا مشکل تھا.... لیکن وہ اسے کار میں بیٹھنے کی دعوت دے رہا تھا.... آخر وہ پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا.... اس نے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی اور کار چل پڑی۔

"تم کون ہو دوست.... کافی دلیر لگتے ہو.... میں نے تمہیں ذرا بھی خوف زدہ نہیں پایا"۔

"خوف سے میری بہت گہری دوستی ہے.... اس لیے وہ مجھے پریشان نہیں کرتا"۔ فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"یہ کاغذ والا کیا چکر ہے؟"

"یہ تو آپ بتائیں.... آخر آپ نے پستول کے زور پر ہم سے وہ کاغذ حاصل کیا ہے.... تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ کاغذ کیسا ہے"۔

"ہاں! میں جانتا ہوں.... لیکن تم نے اس کاغذ کو اڑانا کیوں ضروری خیال کیا؟"

"ضروری تو خیر نہیں خیال کیا.... اور پھر ہم نے اسے کیا اڑانا تھا.... یہ تو خود بخود اڑ کر ہمارے پاس آ پہنچا تھا.... اور وہ بھی ایسے کہ ایک شخص پارک میں بیٹھا اس کاغذ پر لکھ رہا تھا.... جب وہ اٹھ کر جانے لگا

تو کاغذ اس نے تہ کر کے پتلون کی پچھلی جیب میں رکھنا چاہا.... لیکن وہ گھاس پر گر گیا.... کاغذ پر نظر اس وقت پڑی جب وہ آدمی پارک سے باہر جا چکا تھا"۔

"اوہ اچھا.... لیکن پھر تم یہ کیا کر رہے تھے"۔

"مجھے یہ معاملہ کچھ پراسرار سا لگا' میں کاغذ پر لکھے الفاظ کو اپنی کاپی پر نوٹ کر رہا تھا.... تاکہ کاغذ دینا بھی پڑ جائے.... تو بھی وہ تحریر تو میرے پاس رہے"۔

"لیکن تمہارے ساتھ تمہارا بھائی یا دوست بھی تو تھا"۔ اس نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"اوہ! تو آپ کو یہ بھی معلوم ہے"۔ فاروق چونکا۔

"مجھے تو یہ بھی معلوم ہے کہ کاغذ کو لے کر اس کے پیچھے گیا تھا.... پھر وہ واپس آیا تھا.... اور تم نے کاغذ اس سے لے کر اپنی جیب میں رکھ لیا تھا.... پھر وہ باہر چلا گیا اور تم اس کاغذ کو نقل کرنے لگے"۔

"جی ہاں! ایسی بات ہے.... لیکن آپ کون ہیں؟"

"میں شروع سے پارک میں موجود تھا.... جب وہ آیا اور گلاب کی کیاری کے پاس بیٹھ کر لکھنے لگا.... اس وقت میں اس سے زیادہ دور نہیں تھا.... لیکن جب کاغذ گرا اور میں اس کاغذ کے اٹھانے کے لیے آگے بڑھا تو تمہارے بھائی.... درمیان میں آ گیا اور کاغذ اٹھا کر لے گیا.... میں درخت کی اوٹ سے نکلتے نکلتے رہ گیا"۔

"تب تو پھر آپ نے اس شخص کو ایک دوسرے شخص کے ساتھ یہاں واپس آتے بھی دیکھا ہو گا"۔

"ہاں بالکل"۔

"ابھی تک آپ نے یہ نہیں بتایا کہ آپ کون ہیں.... اور کیا چاہتے ہیں"۔

"ابھی بتا دوں گا.... ویسے بھی کیا جلدی ہے.... تم میرے ساتھ چل تو رہے ہو"۔

"چل تو رہا ہوں.... لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں آپ کے ساتھ آپ کے گھر تک چلا جاؤں.... میں تو کسی سنسان جگہ آپ سے وہ کاغذ واپس لینا چاہتا ہوں"۔

"اوہ اچھا.... تو یہ پروگرام ہے تمہارا.... خیر.... تمہیں اس کا بھی موقع دیا جائے گا"۔

"شکریہ.... آپ بہت اچھے.... پتا نہیں دوست ہیں یا دشمن"۔ فاروق نے الجھن کے عالم میں کہا۔

"ابھی تک ہمارا دوستی کا رشتہ تو قائم ہوا نہیں ہے.... رہ گئی دشمنی.... میں تو ایسا بھی نہیں سمجھتا.... جب تک آپ کی طرف سے کوئی ایسی ویسی بات نہیں ہو گی.... اس وقت تک میری طرف سے بھی کسی دشمنی کا اظہار نہیں ہو گا"۔

"لیکن.... وہ کاغذ.... میں تو بس آپ سے وہ کاغذ واپس لینا چاہتا

ہوں"۔

"کاغذ تو اب تک نہ جانے کہاں پہنچ چکا ہے"۔ وہ ہنسا۔

"کیا مطلب"۔ فاروق نے چونک کر ۔

"تم چاہو تو میری تلاشی لے سکتے ہو"۔ یہ کہہ کر اس نے کار روک دی... کار اس وقت ایک جنگل کے درمیان سے گزر رہی تھی۔

○☆○
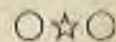
روبل تارا

پارک سے باہر نکل کر وہ دونوں ایک کار کی طرف بڑھتے نظر آئے... کار بڑے سائز کی تھی... سیاہ رنگ کی... اس میں ایک آدمی ڈرائیور کی سیٹ پر بیٹھا تھا... دوسرا پچھلی سیٹ پر... پچھلی سیٹ والے نے ایک بڑا سا ہیٹ سر پر رکھا ہوا تھا اور آنکھوں پر بڑے بڑے سیاہ شیشوں کا چشمہ تھا۔

ان دونوں کو کار کی طرف بڑھتے دیکھ کر ہی ڈرائیور نے انجن سٹارٹ کر دیا... محمود فوراً اپنی کار کی طرف لپکا... جلد ہی وہ کار میں بیٹھ چکا تھا... اس نے سیاہ کار کو جاتے دیکھا... اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ... فوراً اپنی کار اس کے تعاقب میں ڈال دی۔

وہ حیران تھا کہ یہ کیا چکر ہے... دوسری طرف اسے اطمینان تھا کہ چلو کاغذ تو اب ان کے قبضے میں ہے... گھاس پر پھیلے ہوئے خون کے بارے میں وہ ابھی تک کوئی اندازہ نہیں لگا سکا تھا... جو شخص کاغذ پر یہ نام لکھ رہا تھا... وہ کسی طرح بھی زخمی نہیں تھا... لیکن وہ بیٹھا اسی جگہ پر تھا... جہاں خون پھیلا ہوا تھا... آخر وہ خون آلود جگہ پر

کیوں بیٹھا تھا.... اس نے خون کی طرف توجہ کیوں نہ دی.... یہ سب باتیں حیران کن تھیں۔

اور اب کاغذ پر نام لکھنے والے کو یہ لوگ اپنے ساتھ لے جا رہے تھے.... کہاں لے جا رہے تھے اور کیوں.... یہ سوچ کر وہ شدید بے چینی محسوس کرنے لگا.... ساتھ ہی اسے خیال آیا کہ کاش اس وقت فاروق بھی اس کے ساتھ ہوتا۔

یہ تعاقب آدھے گھنٹے تک جاری رہا' پھر کار ایک بڑی سی عمارت میں داخل ہو گئی.... اس نے چونکہ کافی فاصلہ رکھ کر بہت احتیاط سے تعاقب کیا تھا.... اس لیے ان لوگوں کو تعاقب کا شبہ نہیں ہو سکا تھا.... ورنہ وہ اس طرح اس عمارت میں داخل نہ ہوتے۔

کار دور ہی روک کر وہ نیچے اتر آیا.... اس وقت شام کے پانچ بجنے کو تھے.... ان کے والد گھر پہنچنے والے تھے.... انہیں اس وقت گھر میں ہونا چاہیے تھا.... یہ سوچتے ہوئے وہ عمارت کی طرف بڑھا۔

نام کی تختی پر اسے روبل تارا لکھا نظر آیا۔

"روبل تارا.... کس قدر عجیب نام ہے"۔ وہ اپنے آپ سے بولا۔

پھر اس عمارت کے دائیں اور بائیں ایک چکر لگایا.... پچھلی طرف بھی گیا.... اس طرف ایک پائپ چھت تک چلا گیا تھا.... لیکن یہ وقت شام کا تھا.... وہ اس پائپ کے ذریعے چھت پر نہیں جا سکتا تھا....

لہذا وہ باہر ہی ایک طرف کھڑا رہا.... پھر کافی دیر گزرنے پر بھی کوئی باہر نہ آیا تو اس کا مارے بے چینی کے برا حال ہو گیا.... اس نے جیب سے فورا ریڈی میڈ میک اپ کی چیزیں نکالیں اور دوسرے ہی لمحے اس کا حلیہ بدل گیا.... اب وہ بلا جھجک آگے بڑھا اور دروازے پر دستک دی....

چند سیکنڈ بعد دروازہ کھلا اور ایک خونخوار قسم کا ملازم نظر آیا۔

"کیا بات ہے؟" اس کا لہجہ حد درجے اکھڑ تھا۔

"مجھے روبل تارا سے ملنا ہے"۔

"روبل تارا اب یہاں نہیں رہتے"۔

"حیرت ہے.... دروازے پر تو روبل تارا لکھا ہوا ہے"۔

"تو پھر اس سے کیا فرق پڑتا ہے"۔

"تو پھر.... اب کون رہتا ہے یہاں؟"

"تمہیں اس سے مطلب.... تم روبل تارا سے ملنا چاہتے تھے.... لیکن یہاں روبل تارا نہیں رہتا لہذا چلتے پھرتے نظر آؤ"۔ یہ کہتے ہوئے اس نے کھٹاک سے دروازہ بند کر دیا۔

محمود اپنا سا منہ لے کر رہ گیا.... اب وہ کار میں آیا.... دفتر کے نمبر ڈائل کیے اور اکرام کی آواز سن کر بولا۔

"ہیلو انکل.... غازی روڈ کی عمارت نمبر 11 کی نگرانی کے لیے فورا دو آدمی بھیج دیں.... میں یہیں ہوں.... ان کے آنے پر ہی جاؤں گا"۔

"او کے.... ابھی آتے ہیں"۔ اکرام نے کہا۔

وہ انتظار کرنے لگا۔۔۔ ایسے میں عمارت کا دروازہ کھلا۔۔۔ اور وہی
خونخوار ملازم نظر آیا۔۔۔ محمود اس وقت اپنی کار میں تھا۔۔۔ اس لیے وہ
اسے نہیں دیکھ سکا۔۔۔ اس نے پہلے ادھر ادھر دیکھا۔۔۔ پھر اندر چلا گیا۔۔۔
جلد ہی وہی سیاہ کار باہر آتی نظر آئی۔۔۔ کار تیز رفتاری سے اس کے
پاس سے گزر گئی اور عمارت کا دروازہ بند ہو گیا۔

اب محمود ٹھہر نہیں سکتا تھا۔۔۔ اس نے اپنی کار اس کے پیچھے
ڈال دی۔۔۔ ایک بار پھر تعاقب کا سلسلہ شروع ہو گیا۔۔۔ محمود کی حیرت
بڑھتی جا رہی تھی۔۔۔ وہ حیران تھا کہ آخر یہ کیا چکر ہے۔۔۔ جلد ہی اس
نے محسوس کر لیا کہ کار کا رخ شہر سے باہر کی طرف ہے۔۔۔ اس کے
دل کی دھڑکن تیز ہونے لگی۔۔۔ جب آبادی کے آثار ختم ہو گئے تو سیاہ
کار سڑک سے اتر کر درختوں کے درمیان چلی گئی۔۔۔ محمود نے اپنی کار
سڑک کے ایک طرف کر کے روک لی۔۔۔ اور درختوں کی اوٹ لے کر
آگے بڑھنے لگا۔۔۔ اسے کافی دور جانا پڑا۔۔۔ تب کہیں جا کر اسے سیاہ کار
کھڑی نظر آئی۔۔۔ اور دو آدمی کدالوں سے کار کے نزدیک ہی گڑھا
کھودتے نظر آئے۔

*

وہ چپ چاپ کھڑا رہا۔۔۔ جب گڑھا کافی گہرا ہو گیا تو کار کی ڈگی
کھولی گئی۔۔۔ ان دونوں نے ڈگی میں سے کسی مردہ جسم کو نکالا اور گڑھے
میں ڈال دیا۔۔۔ محمود ساکت رہ گیا۔۔۔ اس کے ذہن میں فوراً یہ خیال
آیا کہ کاغذ پر نام لکھنے والے کو مار ڈالا گیا ہے۔۔۔ اسے اپنے پیروں تلے

سے زمین نکلتی محسوس ہوئی۔۔۔ اسی وقت اگر وہ اسے دیکھ لیتے تو اسے
بھی مار ڈالنے کی ہر ممکن کوشش کرتے۔۔۔ کیونکہ وہ ان کے جرم کا عینی
شاہد بن چکا تھا۔۔۔ لہٰذا وہ دم سادھے کھڑا رہا۔۔۔ پھر اسے خیال آیا۔۔۔ وہ
اس کی کار کو دیکھ کر شک میں پڑ جائیں گے۔۔۔ اس سے پہلے کہ یہ
فارغ ہوں۔۔۔ اسے چل دینا چاہیے۔

اس خیال کے آتے ہی اس نے سڑک کی طرف بڑھنا شروع کر
دیا۔۔۔ اور پھر اپنی کار میں بیٹھ کر شہر کی طرف روانہ ہو گیا۔۔۔ اس وقت
تک فاروق گھر پہنچ چکا ہو گا۔۔۔ لہٰذا وہ بھی گھر کی طرف مڑ گیا۔۔۔ گھنٹی
بجتے ہی دروازہ کھلا اور فرزانہ کی چہکتی آواز سنائی دی۔

"کہاں رہے تم دونوں اب تک۔۔۔ ابا جان کو جواب دینے کے
لیے تیار ہو کر اندر داخل ہونا"۔ یہ کہہ کر وہ چونکی۔

"ارے۔۔۔ فاروق کہاں ہے؟"

"تو فاروق اب تک گھر نہیں آیا"۔

"نہیں تو۔۔۔ لیکن وہ تمہارے ساتھ ہی تھا"۔ فرزانہ کے لہجے
میں حیرت تھی۔۔۔ پھر وہ چونک کر بولی۔

"اوہ۔۔۔ کیا کسی سے لڑائی جھگڑا ہو گیا ہے"۔

"نہیں تو۔۔۔ یہ تم نے کیسے کہہ دیا"۔

"میں یقین کے ساتھ کہہ سکتی ہوں کہ لڑائی جھگڑا ہوا ہے"۔
فرزانہ مسکرائی۔

"تمہارا خیال بالکل غلط ہے"۔ محمود نے جل کر کہا۔

"اچھا یہ بات ہے.... تو پھر اندر آ جاؤ.... اس بات کا فیصلہ ابا جان کریں گے"۔

"ضرور.... کیوں نہیں.... لیکن میں فاروق کے لیے فکرمند ہوں"۔

"وہ کانچ کا نہیں بنا ہوا.... اپنی حفاظت کرنا جانتا ہے"۔ فرزانہ نے برا سا منہ بنایا۔

اس نے فرزانہ کو گھورا اور اندر داخل ہو گیا۔

"السلام علیکم"۔ محمود نے صحن میں پہنچنے سے پہلے ہی کہا۔

"وعلیکم السلام"۔ اس کے والد اور والدہ ایک ساتھ بولے.... ساتھ ہی انسپکٹر جمشید نے اسے نظر بھر کر دیکھا۔

"ابا جان! میرا خیال ہے کہ یہ حضرت لڑ بھڑ کر آ رہے ہیں.... لیکن ان کا کہنا ہے کہ نہیں، ایسی کوئی بات نہیں.... آپ اس بارے میں کیا کہتے ہیں"۔

"اگر محمود نے انکار کر دیا ہے تو پھر یقیناً یہ لڑ بھڑ کر نہیں آ رہا"۔ وہ مسکرائے۔

"آخر تم کیسے کہہ سکتی ہو کہ میں کسی سے لڑ کر آ رہا ہوں"۔

"میں تو یہ بھی کہہ سکتی ہوں کہ تم کسی جنگل میں گئے تھے"۔

"کیا!!!" وہ حیرت زدہ رہ گیا۔

انسپکٹر جمشید مسکرا دیئے.... جب کہ بیگم جمشید حیران ہوئے بغیر نہ رہ سکیں۔

"کیوں فرزانہ.... کیا آج کل تم علم نجوم سیکھ رہی ہو"۔

"جی نہیں تو.... دوسری بات یہ ہے کہ علم نجوم کے ذریعے اس قسم کی باتیں تو بتائی ہی نہیں جا سکتیں"۔

"کس قسم کی باتیں"۔ وہ بولیں۔

"یہی کہ محمود کسی سے لڑ کر آیا ہے.... یا یہ جنگل سے ہو کر آ رہا ہے"۔

"محمود.... جلدی بتاؤ.... کیا معاملہ ہے"۔

"معاملہ حد درجے عجیب اور پراسرار ہے"۔

"کم درجے عجیب اور غیر پراسرار معاملات سے تم لوگوں کا واسطہ پڑتا ہی کب ہے"۔ بیگم جمشید نے برا سا منہ بنایا۔

"حد ہو گئی.... امی جان.... اس میں ہمارا کیا قصور ہے.... یہ بھی تو بتایئے"۔

"قصور یہ ہے کہ یہ تم لوگوں کے کرنے کے کام نہیں ہیں.... یہ صرف تمہارے ابو کے کرنے کے ہیں.... بس انہیں کرنے دو"۔

"لیکن ہم اپنے شوق کا کیا کریں"۔ محمود نے مسکرا کر کہا۔

"جب تک اپنی تعلیم سے فارغ نہیں ہو جاتے.... اس شوق کو تھپکیاں دے دے کر سلا دو"۔

"نہیں بیگم.... اب ان سے یہ نہیں ہو سکے گا"۔

"آپ ہی نے تو انہیں سر پر چڑھا رکھا ہے"۔

"ان نہیں تو"۔ انسپکٹر جمشید نے گھبرا کر اپنے سر پر ہاتھ پھیرا۔

"لیجیے.... اب آپ بھی بالکل ان کی طرح کرنے لگے"۔ بیگم جمشید جھلا اٹھیں۔

"اب میں اور کس کی طرح کروں؟" وہ بے چارگی کے عالم میں بولے۔

"بات کیا ہو رہی تھی اور ہم کیا لے بیٹھے"۔

"اوہ ہاں فرزانہ! تم کیا کہہ رہی تھیں.... میں کسی جنگل میں بھی گیا تھا"۔

"بالکل.... اپنے سر کو آئینے میں دیکھ لو.... معلوم ہو جائے گا"۔

محمود بوکھلا کر آئینے کے پاس گیا.... اس کے گھنے بالوں میں دو ننھے منھے پتے پھنسے ہوئے تھے.... وہ جھینپ کر رہ گیا' پھر اس نے کہا۔

"چلو خیر.... یہ بات تو مان لی.... لیکن تم یہ کس طرح کہہ سکتی ہو کہ میں لڑا بھڑا بھی ہوں"۔

"تمہارے جوتے کی نوک پر خون لگا ہوا ہے"۔

"اوہ!" وہ چونک کر بولا اور پھر اس نے جوتے کی طرف دیکھا.... غالباً گھاس پر پھیلے ہوئے خون پر اس کا پاؤں پڑ گیا تھا.... گھاس گھنی تھی.... اس لیے اس جگہ اسے خون نظر نہیں آیا تھا.... جہاں زیادہ خون

تھا.... وہاں نظر آ گیا تھا۔

"مان گیا تمہیں.... لیکن اس خون کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ میں کسی سے لڑا تھا اور یہ اس کا خون ہے"۔ اس نے جلدی جلدی کہا۔

"تو پھر؟" فرزانہ بولی۔

"میں پوری بات ہی بتا دیتا ہوں.... لیکن مجھے حیرت ہے.... فاروق کہاں رہ گیا"۔

"جب وہ آئے گا تو یہ بات ہم اس سے پوچھ لیں گے.... تم پوری بات بتاؤ"۔

اس نے پارک میں اس آدمی کے کاغذ پر چند نام لکھنے.... پھر کاغذ گھاس پر گرنے' اس کے پارک سے چلے جانے کے بارے میں بتایا.... اس کے بعد جو کچھ ہوا تھا.... وہ بھی بتا ڈالا۔

"مطلب یہ کہ تم ان دونوں کے تعاقب میں نکل گئے تھے.... تب تو پھر فاروق کو یہاں آ جانا چاہیے تھا"۔

"اسی بات پر میں بھی حیران ہوں"۔

"خیر کوئی بات نہیں.... تم یہ بتاؤ.... اس کاغذ پر اس نے کیا لکھا تھا"۔

"سات آدمیوں کے نام تھے.... ان ناموں کے آگے تاریخیں بھی درج تھیں.... ان میں سے چار تاریخیں گزر چکی تھیں اور تین تاریخیں باقی تھیں.... اور یہ کہ ناموں کے آگے نمبر بھی لکھے تھے....

یعنی یہ نمبر ایک سے سات تک تھے"۔

"کمال ہے.... حیرت ہے.... آخر وہ اس کاغذ کی تلاش میں پارک تک کیوں آئے تھے.... وہ سات نام اور تاریخیں اس سے دوبارہ لکھوا سکتے تھے"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"یہ بات ہم نے بھی اس سے کی تھی"۔ محمود جلدی سے بولا۔

"تو پھر؟"

"ہمیں جواب ملا.... تم اس بات کو نہیں سمجھو گے"۔

"ہوں خیر.... معاملہ ہے پراسرار.... اب فاروق کے آنے پر معلوم ہو گا.... شاید وہ کچھ اور معلوم کر کے آئے گا"۔

"ارے ہاں! اس نے انکل اکرام کو اس خون کے بارے میں فون کیا ہو گا.... ان سے معلوم ہو سکتا ہے کہ پارک میں ان کی ملاقات فاروق سے ہوئی تھی یا نہیں"۔

"اچھا!" انسپکٹر جمشید نے کہا اور پھر انہوں نے اکرام کے نمبر ملائے.... اکرام کی طرف سے فوراً جواب ملا۔

"ہاں اکرام.... پارک میں کیا رہا"۔

"کچھ بھی نہیں.... ہم نے خون کا نمونہ لے لیا ہے"۔

"فاروق وہاں ملا تھا یا نہیں"۔

"جی نہیں.... ان سے تو ملاقات نہیں ہوئی"۔

"اچھی بات ہے.... اس خون کے بارے میں کیا معلوم ہوا؟"

"ابھی رپورٹ نہیں ملی سر"۔

"رپورٹ ملنے پر مجھے فون کرنا"۔

"او کے سر"۔ اکرام نے کہا اور انہوں نے ریسیور رکھ دیا۔

"اکرام کو فاروق کے بارے میں کچھ معلوم نہیں.... میرا خیال ہے.... اب تم اپنی بقیہ کہانی بھی سنا دو"۔

محمود بتانے لگا.... اس نے تعاقب کے بارے میں بھی بتایا.... روبل تارا کا نام سن کر انسپکٹر جمشید کی پیشانی پر بل پڑ گئے.... وہ فوراً بولے۔

"تمہارا مطلب ہے.... روبل تارا کے آدمیوں نے جنگل میں کسی آدمی کی لاش دبائی؟"

"ہاں! اور میرا خیال ہے.... وہ وہی آدمی تھا.... جو پارک میں کاغذ پر نام لکھ رہا تھا"۔

"اف مالک.... اُفوہ.... تم اتنے آرام سے یہ کہانی سنا رہے ہو.... فاروق خطرناک ترین لوگوں سے الجھ گیا ہے.... خدا خیر کرے"۔

"جی.... کیا مطلب؟" محمود گھبرا گیا۔

"روبل تارا اس شہر کا بہت بڑا اور خفیہ بدمعاش ہے.... کہنے کو وہ ایک شریف آدمی ہے.... لیکن یہ بات بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ وہ کیا ہے.... اس کے تعلقات بڑے بڑے لوگوں سے ہیں اور وہ سب اسے بہت شریف آدمی خیال کرتے ہیں.... ایک شریف آدمی جو حکومت

کی بھی ہر طرح مدد کرتا رہتا ہے.... مثلاً حکومت کو قرض لینے کی ضرورت پیش آئے تو کسی دوسرے ملک سے بات کرنے سے پہلے وہ روبل تارا سے بات کرتی ہے.... اول تو روبل تارا خود حکومت کو رقم مہیا کر دیتا اور رقم اس کی پہنچ سے باہر ہو یا وہ کسی وجہ سے اپنے پاس سے نہ دینا چاہے تو پھر کسی دوسرے حکومت سے ہماری حکومت کی بات کرا دیتا ہے"۔

"اوہ.... گویا وہ دوسرے ملکوں میں بھی کافی اثر و رسوخ رکھتا ہے"۔ محمود نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں! بہت زیادہ.... بہت سی حکومتیں اس کے اشارے پر ہماری حکومت کو قرض دے دیتی ہیں.... اور یہی وجہ ہے کہ ہماری حکومت ہمیشہ اس کی بات مانتی ہے"۔

"حیرت ہے.... اس طرح تو وہ ہماری حکومت سے غلط کام بھی لے لیتا ہو گا"۔

"ہاں! لیکن پوشیدہ طور پر.... ورنہ حکومت اسے انتہائی شریف آدمی خیال کرتی ہے"۔

"حیرت ہے.... پارک میں ملنے والے اس شریف صورت آدمی نے پھر روبل تارا کا کیا بگاڑا تھا کہ اس نے اس کو موت کے گھاٹ اتروا دیا اور اب اس کی لاش جنگل میں دفن ہے"۔

"یہ تو اب ہمیں دیکھنا ہے"۔

پھر وہ تیزی سے اٹھے اور اپنی کار کی طرف لپکے.... محمود اور فرزانہ نے ان کا ساتھ دیا.... بیگم جمشید بھی دروازے تک آ گئیں.... ان کے چہرے سے پریشانی جھلک رہی تھی.... فاروق کا خیال انہیں پریشان کر رہا تھا.... ان کی گاڑی بلا کی رفتار سے روانہ ہوئی۔

"محمود.... کیا خیال ہے.... فاروق کہاں ہو گا؟"۔ انسپکٹر جمشید نے پوچھا۔

"جی کیا کہہ سکتا ہوں.... اصولاً تو اسے گھر پہنچنا چاہیے تھا.... کہیں وہ بھی کسی چکر میں نہ الجھ گیا ہو"۔

"ایک منٹ.... کیوں نہ گھر فون کر کے ایک بار اس کا پوچھ لیا جائے"۔

"یہ ٹھیک رہے گا"۔ انسپکٹر جمشید نے گاڑی میں لگے فون پر رابطہ کیا۔

"فاروق پہنچا کہ نہیں"۔

پھر وہ دوسری طرف کی آواز سننے لگے۔

"ریسیور اسے دو"۔

"فاروق.... تم فوراً 11 غازی روڈ پہنچو.... روبل تارا کے محل"۔

ساتھ ہی انہوں نے رابطہ منقطع کر دیا۔

○☆○

تحفے کا جواب

"یہ کیسے ہو سکتا ہے... کاغذ تم نے میری آنکھوں کے سامنے جیب میں رکھا ہے... اور اس وقت سے اب تک تم کسی سے نہیں ملے"۔

"بھول رہے ہو"۔ وہ ہنسا۔

"میں بھول رہا ہوں... لیکن کیا... یہ بھی تو بتاؤ نا"۔ فاروق نے منہ بنایا۔

"یہ کہ میں اور تم ایک کار میں سفر کر رہے ہیں"۔

"تو پھر اسے کیا ہوتا ہے"۔

"میں نے غیر محسوس طور پر وہ کاغذ جیب سے نکالا اور باہر گرا دیا"۔

"کیا!!!" فاروق چلا اٹھا۔

"ہاں جناب... باہر گرا دیا"۔ وہ ہنسا۔

"لیکن کیوں... جس کاغذ کو حاصل کرنے کے لیے [illegible] نے اتنی کوشش کی... اسے پھینک کیوں دیا"۔

"میں نے یہ کب کہا ہے کہ پھینک دیا... میں نے تو یہ کہا ہے کہ باہر گرا دیا... اس کا مطلب یہ ہے کہ پیچھے ایک اور کار آ رہی تھی... اس میں میرے آدمی تھے... انہوں نے کار روکی اور کاغذ اٹھا لیا... اس کے بعد وہ ہمارے پیچھے نہیں آئے"۔

"نن... نہیں"۔ فاروق بولا۔

"ہوا یہی ہے... میں نے تمہارے سامنے اس جیب میں کاغذ ڈالا تھا نا"۔

"ہاں! بالکل"۔

"تو... تلاشی لے لو... مجھے کوئی اعتراض نہیں"۔

اب تک وہ کار سے اتر چکا تھا... اس نے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیے جیسے فاروق اس پر پستول تانے کھڑا ہو... فاروق نے جلدی جلدی اس کی جیب ٹٹولی... لیکن کاغذ اس میں واقعی نہیں تھا۔

"لگے ہاتھوں دوسری جیبیں بھی دیکھ لو... تاکہ تمہیں پورا یقین ہو جائے"۔ اس نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

فاروق نے اس کی سب جیبیں دیکھ ڈالیں... کاغذ نہ ملا، آخر اس نے کہا۔

"ٹھیک ہے... وہ کاغذ اب واقعی آپ کے پاس نہیں ہے... میں مان لیتا ہوں کہ کوئی کار آپ کے پیچھے تھی... اس میں آپ کے آدمی تھے... آپ نے کاغذ اپنی جیب سے غیر محسوس طور پر نکالا اور ان

کی طرف اچھال دیا.... سوال یہ ہے کہ آپ کو ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی.... کیا آپ مجھ سے خوف زدہ تھے؟"

"نہیں.... میں بھلا کیوں تم سے خوف زدہ ہونے لگا.... باس جلد از جلد اس کاغذ کو حاصل کر لینا چاہتا تھا.... اور ادھر میں تمہیں ساتھ لے آیا تھا.... لہٰذا یہی فیصلہ کیا کہ تم سے جنگل میں نبٹ لیا جائے اور کاغذ اس سے پہلے ہی باس تک پہنچا دیا جائے"۔

"خوب! آخر اس کاغذ کا راز کیا ہے.... اس پر سات نام ترتیب وار درج تھے.... ان کے آگے تاریخیں بھی درج تھیں.... جس میں سے چار تاریخیں گزر چکی تھیں.... تین تاریخیں باقی ہیں"۔

"یہ باتیں تمہارے سمجھنے کی نہیں ہیں.... ابھی بہت چھوٹا دماغ ہے.... اب میں تمہیں ایک تحفہ دینا چاہتا ہوں.... انسپکٹر جمشید سے کہنا.... اس تحفے کے جواب کا انتظار رہے گا"۔

"کیا مطلب.... کیا آپ جانتے ہیں.... میں کون ہوں"۔

"بہت پہلے سے.... ورنہ تمہیں ساتھ یہاں تک لانے کی کیا ضرورت تھی"۔

ان الفاظ کے ساتھ ہی اس کے ہاتھ میں پستول نظر آیا۔

"میں ایک دو تین گنوں گا.... تین پر فائر کروں گا.... اس سے پہلے جو کرنا ہے کر گزرو.... بھاگ جاؤ.... مجھ سے ٹکرا جاؤ.... یا پھر ادھر ادھر چھلانگ لگا کر فائر سے بچنے کی کوشش کرو"۔

فاروق نے ایک نظر پستول کی طرف دیکھا.... وہ اسے بہت عجیب سا لگا.... اتنے میں اس نے کہا۔

"ایک!"

اب فاروق نے دائیں بائیں کا جائزہ لیا.... چھلانگ لگانے اور لڑھکنے کی جگہ موجود تھی.... لیکن وہ اسے کیا تحفہ دینا چاہتا تھا.... اس بات نے فاروق کو فکر میں ڈال دیا.... اور اس نے اس سے ٹکرانے کا فیصلہ کر لیا۔

"دو"۔ اس کی آواز سنائی دی۔

ساتھ ہی فاروق نے اس پر چھلانگ لگا دی.... دوسرا لمحہ حیرت میں ڈال گیا.... وہ کار سے ٹکرایا تھا.... اور خونخوار آدمی ایک طرف کھڑا مسکرا رہا تھا۔

"تم لوگ دراصل اب تک اناڑیوں سے ٹکراتے رہے ہو.... پہلی بار ایک ماہر لڑاکے سے واسطہ پڑا ہے تو اب دانتوں پسینہ آئے گا"۔

"شاید ایسا ہی ہے.... لیکن ابھی تم نے نہ تین کہا اور نہ فائر کیا ہے.... لہٰذا اب تین کہو اور فائر کرو"۔ فاروق نے کمر کار سے لگاتے ہوئے کہا۔

اس کی آنکھوں میں الجھن تیر گئی۔

"کیا بات ہے.... تم نے تین نہیں کہا.... فائر نہیں کیا"۔

"تین بھی کہوں گا اور فائر بھی کروں گا.... لیکن تم کار سے ایک طرف ہو جاؤ"۔

یہ کہہ کر وہ اس کی طرف جھپٹا.... لیکن اتنی دیر میں فاروق بھی بجلی کی تیزی سے کار میں بیٹھ کر کار کا دروازہ لاک کر چکا تھا.... خونخوار آدمی نے کار کا انجن بند نہیں کیا تھا.... اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ.... ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے ہی گاڑی بڑھا دی.... خونخوار آدمی کار سے ٹکرایا اور کار کے آگے بڑھنے کی وجہ سے دھڑام سے گرا.... جب تک وہ سنبھلتا.... فاروق کافی دور جا چکا تھا.... اس نے پستول کی نال کا رخ کار کی طرف کیا.... اس کی انگلی نے ٹریگر پر دباؤ ڈالا.... لیکن پھر اس نے انگلی ہٹا لی.... اب اس نے جیب سے وائرلیس سیٹ نکالا اور اس پر کسی سے رابطہ کرنے کے بعد بولا۔

"سر.... جان ڈیگو بات کر رہا ہوں"۔

"ہاں ڈیگو.... کیا رپورٹ ہے"۔

"کاغذ میں نے انسپکٹر جمشید کے لڑکے سے حاصل کر لیا ہے.... لیکن وہ میری کار لے بھاگا ہے"۔

"کیا کہا.... تمہاری کار لے بھاگا ہے.... یہ کیسے ہو سکتا ہے.... ہاتھی سے بھی کوئی بچہ گنا چھین کر لے جا سکتا"۔ دوسری طرف سے حیرت زدہ انداز میں کہا گیا۔

"میں دراصل اس سے چھیڑ خوانی کے موڈ میں آ گیا تھا.... ورنہ اپنے

میجک پستول سے اس پر ایک فائر کر کے میں چلتا بنتا.... لیکن یہ لوگ بھی بہرحال عقل سے پیدل نہیں ہیں.... وہ یک دم کار کی طرف آ گیا.... اس طرح میں فائر نہ کر سکا.... ہاتھ سے پکڑنے کے لیے آگے بڑھا تو.... وہ میری کار لے اڑا"۔

"یہ شکست ہے یا فتح.... میں فیصلہ نہیں کر سکا ڈیگو"۔

"کاغذ حاصل کر لینا فتح ہے اور کار گنوا بیٹھنا شکست.... لیکن یہ پہلو بھی ہمارے کام آ سکتا ہے"۔

"کیا مطلب ڈیگو.... کیا کہنا چاہتے ہو"۔

"میں کار کی چوری کی رپورٹ درج کرا دیتا ہوں"۔

"پاگل نہ بنو اور میرے پاس آ جاؤ.... کاغذ میرے پاس نہیں پہنچا اب تک"۔

مجھ سے پیچھے مارشل تھا.... کاغذ میں نے اس کی طرف اچھال دیا تھا.... میں نے اسے کار روک کر کاغذ اٹھاتے بھی دیکھ لیا تھا"۔ اس نے جلدی جلدی کہا۔

"اچھی بات ہے.... کاغذ مارشل لے آئے گا.... تم کار کی فکر چھوڑو.... وہ ہمیں کہیں کھڑی مل جائے گی.... تم میرے پاس آ جاؤ.... یہ لوگ اس معاملے میں بلاوجہ ہی آ گھسے ہیں.... جب کہ میں چاہتا تھا.... انہیں ہوا تک نہ لگے"۔

"او کے سر.... میں آ رہا ہوں"۔ جان ڈیگو نے برا سا منہ بنا کر

کہا۔

اب اسے پیدل جانا تھا... وہ جانے کے لیے مڑا ہی تھا کہ اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

○☆○

سڑک کے کنارے ایک سنہری رنگ کا پنسل تراش پڑا تھا... اس نے بے خیالی میں اس کو اٹھا لیا۔

"یہ ضرور انسپکٹر جمشید کے لڑکے کا ہے"۔ وہ اپنے آپ سے بولا۔

وہ اس کو الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا... اچانک ایک دھماکہ سا ہوا... پنسل تراش سے بجلی سی نکلی تھی۔

"ارے مرا"۔ وہ چلا اٹھا اور اپنی آنکھوں کو پکڑ کر بیٹھ گیا... اس کی آنکھوں میں آگ سی لگ گئی تھی۔

"تم مجھے کوئی تحفہ دینا چاہتے تھے نا... میں نے سوچا... الٹا میں کیوں نہ تمہیں تحفہ دے دوں... یہ تحفہ کیسا رہا"۔ اس نے فاروق کی چہکتی آواز سنی۔

"تت... تم... تم ابھی یہیں ہو"۔ وہ مارے تکلیف کے مشکل سے بولا۔

"ہاں میں بس ذرا سا آگے جا کر سڑک سے اتر گیا تھا اور کار سے اتر کا درختوں کی اوٹ لیتا ہوا یہاں تک آ گیا ہوں... میں جانتا

تھا... تم اس پنسل تراش کو ضرور اٹھاؤ گے اور اپنی آنکھوں کو پکڑ کر بیٹھ جاؤ گے... اب ذرا اپنے ہاتھ بھی اوپر اٹھا دو... کیونکہ میرے ہاتھوں میں ایک عدد پستول ہے... جو کہ میجک پستول نہیں ہے"۔ اس نے طنزیہ انداز میں کہا۔

"مم... میں... میں کیسے ہاتھ اٹھاؤں آنکھوں پر سے ہاتھ نہیں اٹھ رہے"۔

"اچھا خیر... یونہی ساکت بیٹھے رہنا... اگر کوئی حرکت کی تو پھر میں بھی ایک دو تین گننے لگوں گا"۔ یہ کہہ کر اس نے اس کی جیب سے پستول نکال لیا۔

"اب تمہارا میجک پستول بھی میرے پاس ہے... کیا میں اس کے ذریعے تم پر فائر کروں"۔

"نن... نہیں... نہیں"۔

"کیوں... کیا ہو گا فائر کرنے سے"۔

"میں مرغا بن جاؤں گا... جنگل میں لڑھکتا پھروں گا... پھڑکتا پھروں گا... ایک گھنٹے تک میری یہی حالت رہے گی تب کہیں جا کر میں پیروں پر کھڑا ہو سکوں گا"۔

"تو تم یہ تحفہ دینا چاہتے تھے... لیکن میں نے اس سے پہلے ہی تمہیں تحفے کا جواب دے دیا... یہ جواب کیسا ہے"۔

"یہ بھی خوب ہے... اب مہربانی فرما کر میری آنکھوں کا کچھ

کرو"۔

"اس کا بہترین حل یہ ہے کہ تم فوراً کار میں میرے ساتھ بیٹھ جاؤ... میں تمہیں اپنے گھر لے چلتا ہوں... اس آگ سے سکون تمہیں وہیں چل کر ملے گا"۔

"ٹک... کیوں؟"

"اس لیے کہ اس کی دوا وہاں موجود ہے"۔

"تو پھر چلو... یہ ناقابل برداشت ہے"۔

وہ اسے بازو سے پکڑ کر کار تک لایا... کار میں بٹھا کر گھر کی طرف روانہ ہوا... ایسے میں اچانک چونک اٹھا... کیونکہ اس کی جیب میں رکھے وائرلیس پر اشارہ موصول ہوا تھا۔

"اب... اب میں کیا کروں"۔

"میں کار کا انجن بند کر رہا ہوں... تم اس سے بات کرو... تم اسے بتاؤ کہ میں آ رہا ہوں... اگر وہ تمہاری آواز یا تکلیف کا اندازہ لگا لے تو اسے بتا دینا کہ میں ایک پنسل تراش گرا گیا تھا... اس نے تمہیں اس حال کو پہنچایا ہے"۔

"اچھا"۔ یہ کہہ کر وہ سیٹ نکالنے لگا... فاروق نے انجن بند کر دیا اور اپنے پستول کی نالی اس کے پہلو سے لگاتے ہوئے بولا۔

"یہ میں نے پستول کی نالی احتیاطاً" پسلیوں میں لگا دی ہے... تاکہ سند رہے اور بوقت ضرورت کام آئے"۔

"ٹھیک ہے... میں سمجھ گیا"۔ اس نے کہا۔

"سمجھ دار تو تم ہو"۔

اسی وقت اس نے سیٹ آن کر دیا... آنکھیں اس کی بدستور بند تھیں... فاروق جانتا تھا... ابھی دو گھنٹے سے پہلے وہ آنکھیں کھولنے کے قابل نہیں ہو سکتا۔

"یس... یس سر"۔

"مجھے بعد میں خیال آیا... کہ تمہاری گاڑی تو انسپکٹر جمشید کا بیٹا لے کر بھاگ گیا ہے... تم آؤ گے کیسے... لہٰذا میں ایک کار بھیج رہا ہوں... جیکی لا رہا ہے"۔

"او کے... سر"۔ اس نے اپنی آواز پر قابو پا کر کہا... اس کا باس کچھ محسوس نہ کر سکا... سیٹ بند کر کے وہ اس کی طرف مڑا۔

"اب تم جیکی کا کیا کرو گے... وہ میری کار پہچانتا ہے"۔

"کوئی بات نہیں... میں کار سڑک سے اتار کر درختوں کے درمیان لے جاتا ہوں... اور جونہی اس کی کار گزرے گی... میں پھر سڑک پر آ جاؤں گا... اور کار کو پوری رفتار پر چھوڑ دوں گا"۔

"ہاں! یہ ٹھیک رہے گا"۔

"جیکی کی کار کیسی ہے؟"

"سبز رنگ کی ٹیوٹا ہے... پرانے ماڈل کی"۔

"اچھی بات ہے"۔

اور فاروق نے کار درختوں کے درمیان کھڑی کر دی.... پندرہ منٹ بعد سبز رنگ کی کار گزر گئی.... تو وہ فوراً سڑک پر آ گیا اور شہر کی طرف روانہ ہو گیا.... وہ برابر رفتار بڑھا رہا تھا.... تاکہ جیکی کی کار واپس آ کر ان تک نہ پہنچ جائے۔

آخر وہ اپنے گھر تک پہنچ گیا.... دستک دی تو اس کی والدہ نے دروازہ کھولا۔

"اس کا مطلب ہے.... محمود یا تو ابھی پہنچا نہیں.... یا پھر آ تو گیا تھا اور باقی لوگ گھر میں نہیں ہے"۔ اس نے جلدی جلدی کہا۔

"ہاں! اندر آ جاؤ.... لیکن یہ کیا.... تمہارے ساتھ تو کوئی ہے.... ارے.... اس کی آنکھوں کو کیا ہوا"۔

"پروفیسر انکل کے پنسل تراش کا کمال ہے"۔ یہ کہہ کر فاروق اسے اندر لے آیا۔

"آنکھوں میں دوا ڈالنے سے پہلے اسے باندھنا ہو گا"۔ فاروق نے کہا۔

"وہ کیوں؟" اس نے بوکھلا کر کہا۔

"یہ لیجئے.... پوچھ رہے ہیں.... وہ کیوں.... حالانکہ یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے"۔

"بھئی تم نے سنا نہیں.... جیسی کرنی ویسی بھرنی"۔

"جو کرنا ہے.... جلدی کرو.... اس وقت مجھے صرف اپنی آنکھوں

کی پڑی ہے"۔

دونوں نے مل کر اسے جلدی جلدی باندھا.... باندھنے کے لیے بھی انہوں نے خاص رسی استعمال کی تھی.... تاکہ وہ نہ توڑ سکے، نہ کھول سکے.... جب اچھی طرح اسے جکڑ چکے تو فاروق نے اسے سیدھا لٹا دیا اور اس کی آنکھوں میں پانی ڈالا.... پانی لگتے ہی اسے بالکل سکون آ گیا.... وہ حیران ہو کر بولا۔

"یہ.... یہ کیسی دوا تھی.... فوراً سکون آ گیا"۔

"بس.... ہم اس دوا کا نام نہیں بتا سکتے"۔ فاروق مسکرایا۔

"خیر.... تمہارا شکریہ.... ایک مصیبت سے تو نجات ملی.... اب تمہارا کیا پروگرام ہے؟"

"پہلے نمبر تو میں اس کاغذ کے بارے میں جاننا چاہوں گا"۔

"بھول جاؤ.... اسکے بارے میں کچھ نہیں جان سکو گے.... کبھی نہیں جان سکو گے"۔

"خوش فہمی میں مبتلا ہو.... کہو تو خود کچھ معلوم کر کے بتا دوں"۔ فاروق نے کہا۔

"کیا مطلب؟" وہ زور سے اچھلا۔

"اس کاغذ پر سات نام لکھے گئے تھے.... ان کے ساتھ نمبر بھی لکھے گئے تھے.... اور ناموں کے آگے تاریخیں تھیں۔ چار تاریخیں تو گزشتہ تھیں.... یعنی گزر چکی تھیں.... تین تاریخیں آنے والی ہیں"۔

یہ کہہ کر فاروق خاموش ہو گیا۔

"تو پھر... اس سے تم نے کیا معلوم کیا"۔

"کاغذ پہ لکھا ہوا پہلا نام... اور اس کی تاریخ میرے ذہن میں محفوظ ہے"۔

"کیا!!!" وہ چلا اٹھا۔

اسی لمحے فون کی گھنٹی بجی... بیگم جمشید نے آگے بڑھ کر ریسیور اٹھایا۔

"السلام علیکم!"

"فاروق پہنچا کہ نہیں"۔ دوسری طرف سے انسپکٹر جمشید کی آواز سنائی دی۔

"جی ابھی ابھی پہنچا ہے"۔

"ریسیور اسے دو"۔

بیگم جمشید نے ریسیور فاروق کی طرف بڑھایا اور بولیں۔

"تمہارے ابا جان کا فون ہے"۔

فاروق نے ریسیور کان سے لگایا۔

"فاروق تم فوراً 11 غازی روڈ پہنچو... روبل تارا کے محل"۔

انسپکٹر جمشید نے اتنا کہتے ہی فون بند کر دیا۔

فاروق نے گھور کر ریسیور کی طرف دیکھا اور اسے کریڈل پر رکھ دیا... پھر وہ تیزی سے بیگم جمشید کی طرف مڑا۔

"میں جا رہا ہوں... آپ دروازہ اندر سے بند کر لیں... اور ہاں... فون کر کے محمد حسین آزاد کو کہہ دیجئے گا کہ ایک مہمان موجود ہے اسے آ کر لے جائے... خدا حافظ"۔

○☆○

ارے

"ہم یہاں آ گئے ہیں.... کیا ہمیں پہلے جنگل میں اس گڑھے تک نہیں جانا چاہیے تھا؟" فرزانہ نے کہا۔

"نہیں.... پہلے ہم روبل تارا سے ملاقات کریں گے"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"اب کیا ہم فاروق کا انتظار کریں گے؟"

"ہاں.... وہ پہنچتا ہی ہو گا"۔

"آپ کا کیا خیال ہے.... کیا یہ چکر روبل تارا کا چلایا ہوا ہے؟"

"ابھی تیل دیکھو اور تیل کی دھار دیکھو"۔

اسی لمحے ایک گاڑی ان کے پاس آ کر رکی.... فاروق اچھل کر نیچے اترا اور ان تک پہنچ گیا۔

وہ بھی گاڑی سے اتر آئے اور دروازے کی طرف بڑھے۔

محمود نے آگے بڑھ کر دستک دی.... وہی خوفناک ملازم باہر نکلا اور اس پر نظر پڑتے ہی بولا۔

"اوہ! تم پھر آ گئے.... تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا.... تمہیں بتایا

نہیں.... روبل تارا یہاں نہیں رہتے"۔

"تو پھر یہاں کون رہتا ہے"۔ انسپکٹر جمشید کی سرد آواز گونجی۔

اس نے چونک کر ان کی طرف دیکھا.... یوں لگا جیسے ان پر نظر پڑتے ہی اسے جھٹکا لگا ہو.... یہ بات انہوں نے صاف طور پر محسوس کر لی۔

"آپ.... آپ کون ہیں؟"

"پہچان تو گئے ہو.... اب انجان بن کر کیا کرو گے.... جا کر روبل تارا صاحب کو بتاؤ.... میں آیا ہوں"۔

"مسٹر روبل تارا یہاں نہیں رہتے.... مدت ہوئی.... انہوں نے یہ جگہ چھوڑ دی.... اب وہ 309 ماڈل کالونی میں رہتے ہیں"۔

"شکریہ! اور یہاں کون صاحب رہتے ہیں"۔

"یہاں.... یہاں ان کے چھوٹے بھائی رہتے ہیں"۔

"بس تو پھر ہمیں انہیں سے ملنا ہے"۔

"وہ اس وقت گھر پر نہیں ہیں"۔

انسپکٹر جمشید نے اس کی کلائی پر ہاتھ ڈال دیا اور ایک جھٹکا دے کر اپنی طرف کھینچا.... وہ کٹے ہوئے درخت کی طرح ان کے نزدیک آ گیا.... ساتھ ہی انسپکٹر جمشید کے دائیں ہاتھ کا تھپڑ اس کے گال پر پڑا.... اس کی آنکھوں کے آگے نیلے پیلے ستارے ناچنے لگے۔

"ہاں! اب بتاؤ.... روبل تارا کا بھائی گھر میں ہے یا نہیں"۔

"آپ کو اس حرکت پر پچھتانا پڑے گا.... روبل تارا کا بھائی کوئی معمولی آدمی نہیں ہے"۔

"اور تم.... تم اپنے بارے میں کیا کہتے ہو"۔ وہ بولے۔

"میں تو صرف ان کا ملازم ہوں"۔

"تم نے بتایا نہیں.... وہ اندر ہیں یا نہیں"۔

"نہیں ہیں.... کہہ جو رہا ہوں"۔

"لیکن اگر روبل، تارا یا ان کے بھائی اندر ہوئے تو پھر تم بہت بڑی مصیبت میں پھنس جاؤ گے"۔

"روبل تارا کے بھائی کہتے ہیں.... ان کے اور ان کے ملازمین کے لیے اس ملک میں کوئی پریشانی کی بات نہیں ہو سکتی"۔

"اوہو اچھا.... یہ بات بھی ہے"۔ انہوں نے برا سا منہ بنایا۔

"ہاں بالکل یہی بات ہے.... ان کا کہنا ہے.... اس ملک میں ان کی طرف کوئی آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا اور اگر کوئی دیکھے تو وہ اس کی آنکھیں نکال لیں"۔ اس نے کہا۔

"اس کا مطلب تو پھر یہ ہوا کہ یہ ملک ان کا اپنا ہے.... انہوں نے بتایا تھا' یہ اس کے بانی ہیں جب کہ میری معلومات کے مطابق یہ ملک ان کا نہیں ہے"۔ انسپکٹر جمشید نے ناخوش گوار لہجے میں کہا۔

"بنانے ونانے کا تو مجھے کوئی پتا نہیں جناب.... ہاں یہ لوگ یہ ضرور کہتے ہیں' یہ ملک ہے ہی ہمارا"۔

"خیر بھئی دیکھیں گے اس بات کو بھی اور پوچھیں گے کہ یہ ملک کس لحاظ سے ان کا ہے"۔

"ہاں ضرور.... کیوں نہیں.... اس سوال کا جواب وہ بہت اچھی طرح دیں گے آپ کو"۔

"لیکن ملاقات کراؤ تب نا بھئی.... اور اب ہم زیادہ انتظار نہیں کر سکتے.... محمود تم بتاؤ.... یہ حضرت ان میں شامل تھے"۔

"جی ہاں.... بالکل"۔ اس نے فوراً کہا۔

"کک.... کیا مطلب؟" اس نے چونک کر کہا۔

"مطلب بھی بہت جلد بتائیں گے.... اب تم دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دو اور اندر کی طرف چلو"۔

"وارنٹ ہیں آپ کے پاس"۔

"ہیں کیوں نہیں.... چلو شاباش"۔ محمود مسکرایا۔

انسپکٹر جمشید کے ہاتھ میں پستول دیکھ کر وہ دھک سے رہ گیا.... پھر اس نے مشینی انداز میں ہاتھ اوپر اٹھا دیے.... رخ موڑا اور اندر کی طرف چلنے لگا.... وہ اس کے پیچھے اندر داخل ہوئے.... ان کے سامنے پہلے ایک بہت کھلا صحن تھا.... صحن کے چاروں طرف کمروں کے دروازے تھے.... سامنے صحن میں ایک برآمدہ لگتا تھا.... اس کے دوسری طرف پھر ایک کھلا صحن نظر آ رہا تھا.... اس میں بھی چاروں طرف دروازے تھے.... اس طرح یہ ایک عجیب سی عمارت انہیں لگی۔

انہوں نے ایک ایک کمرے کو کھول کر دیکھنا شروع کیا.... لیکن
کسی کمرے میں بھی انہیں کوئی نظر نہیں آیا' پھر وہ برآمدہ عبور کر کے
دوسرے صحن میں پہنچے.... دوسرے صحن کے کمرے بھی خالی تھے.... ان
میں ساز و سامان ضرور بھرا ہوا تھا.... ان میں لکڑی کی کرسیاں' میزیں
اور دوسرا سامان' نقش و نگار والا سب کمرے میں موجود تھا.... لیکن کوئی
انسان نہیں تھا.... یوں لگتا تھا.... جیسے یہ مکان مردوں کا ہو۔

"یہ چکر کیا ہے بھئی؟" انسپکٹر جمشید کے لہجے میں حیرت تھی۔

"میں نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ اندر کوئی نہیں ہے"۔

"تو پھر تم اکیلے یہاں کیا کر رہے ہو؟"

"میں تو نگران ہوں.... مجھے تو اس میں رہنا پڑتا ہے"۔

"خیر.... ہم اوپر والی منزل بھی دیکھیں گے"۔

"اوپر والی منزل کے لیے اس عمارت میں کوئی زینہ نہیں بنایا
گیا.... لہٰذا پہلے آپ کو سیڑھی کا انتظام کرنا ہو گا"۔ ملازم نے ہنس کر
کہا۔

"یہ کیا بات ہوئی.... اس قدر شاندار عمارت اور اوپر والی منزل
کے لیے زینہ بنوایا ہی نہیں گیا"۔

"جی ہاں نہیں بنوایا گیا.... وجہ آپ روبل تارا سے پوچھ لیجیے
گا"۔

"تو پھر لکڑی کی سیڑھی تو ہو گی یہاں"۔

"نہیں.... نہ ہم کبھی اوپر جاتے ہیں.... نہ سیڑھی کی ضرورت
ہوتی ہے.... رکھ کر کیا کریں"۔

"اچھی بات ہے.... میں سیڑھی کا انتظام کر لیتا ہوں.... محمود'
فاروق تم آس پاس کے گھر سے سیڑھی لا سکتے ہو"۔

"لانے کو تو ہم پورا گھر بھی لا سکتے ہیں"۔ فاروق نے منہ بنایا۔

"اس وقت صرف سیڑھی لاؤ"۔

"بہت بہتر"۔ دونوں ایک ساتھ بولے اور باہر نکل گئے۔

"پتا نہیں کیا بات ہے.... عجیب سا احساس ہو رہا ہے"۔ محمود
بڑبڑایا۔

"ہونے دو.... ان عجیب احساسوں میں بس یہی بری بات ہے....
جب دیکھو ہونے لگتے ہیں"۔ فاروق نے جل کر کہا۔

"دماغ تو نہیں چل گیا"۔ محمود نے اسے گھورا۔

"کیوں! اس میں دماغ چلنے والی کون سی بات ہے"۔ فاروق
مسکرایا۔

"پتا نہیں.... کوئی بات ہے یا نہیں.... غور کر کے بتاؤں گا....
دماغ نہ چاٹو"۔ محمود نے جھلا کر کہا.... پھر ایک گھر کے دروازے پر
دستک دے ڈالی.... ایک ادھیڑ عمر آدمی نے دروازہ کھولا۔

"آپ کے پاس لکڑی کی سیڑھی ہو گی"۔

"سیڑھی تو ہو گی.... لیکن کس لیے ضرورت پیش آ گئی.... اور تم

دونوں تو لگتے بھی نئے نئے ہو.... کیا اس محلے کے کسی گھر میں نئے آئے ہو"۔

"جی نہیں! ہم اس محلے کے ہیں ہی نہیں"۔

"تب پھر آپ کو سیڑھی کس طرح دی جا سکتی ہے.... آپ تو میری سیڑھی لے کر بھاگ جائیں گے"۔

"سیڑھی لے کر کم از کم بھاگا تو نہیں جائے گا ہم سے.... ہاں آہستہ آہستہ ضرور لے جا سکتے ہیں.... ہمارا تعلق پولیس سے ہے.... اور روبل تارا کے محل کی تلاشی لے رہے ہیں"۔

"کیا!!!" وہ چلا اٹھا.... آنکھیں خوف سے پھیل گئیں۔

"کیوں.... کیا بات ہے"۔

"کیوں مذاق کرتے ہیں"۔

"اس میں مذاق کی کیا بات ہے"۔ محمود نے فوراً کہا۔

"مذاق کی بات اسی میں تو ہے.... اسی لیے تو کہہ رہا ہوں"۔

"ہم سمجھے نہیں.... آپ کیا کہنا چاہتے ہیں"۔

"اور تم سمجھو گے بھی نہیں.... روبل تارا کے محل کی تلاشی بھلا کوئی لے سکتا ہے.... یہاں تو بڑے بڑے پولیس آفیسر پانی بھرتے نظر آتے ہیں.... صبح شام آ کر روبل تارا کو سلیوٹ مارتے ہیں.... تو ان کی نوکریاں بحال رہتی ہیں"۔

"وہ.... پتا ہے کیا بات ہے"۔ فاروق مسکرایا۔

"کیا بات ہے"۔ اس نے فاروق کو گھورا۔

"اس وقت روبل تارا اور اس کے گھر والے گھر میں نہیں ہیں.... صرف ایک ملازم ہے"۔

"تو کیا ہوا.... صرف ملازم کے ہوتے بھی کوئی تلاشی نہیں لے سکتا"۔

"مگر کیوں"۔

"ارے بابا.... ملازم ایسا کرنے والوں کو گولی مار دے تو کوئی پولیس والا اپنے ساتھی کی لاش تک لینے نہیں آئے گا"۔

"اوہو.... اتنی بڑی چیز ہے یہ روبل تارا"۔

"ہاں! اور آپ چلے ہیں' اس کے محل کی تلاشی لینے.... ارے مگر.... آپ تو ابھی بچے ہیں.... آپ تو ویسے ہی پولیس آفیسر نظر نہیں آ رہے"۔

"نظر آنے نہ آنے سے کیا ہوتا ہے جی.... بس ہم ہیں' ویسے ہمارا اباجان بھی عمارت میں موجود ہیں اور ان کا اتفاق سے نام انسپکٹر جمشید ہے"۔

"اوہ تو یہ بات ہے"۔ وہ دھک سے رہ گیا۔

"اب آپ کو کیا ہوا"۔

"آپ تلاشی لے سکتے ہیں"۔ اس نے شکست خوردہ آواز میں کہا۔

"یہ کیا بات ہوئی؟"

"آپ تلاشی اس لیے لے سکتے ہیں کہ رشوت نہیں لیتے... نہ روبل تارا جیسوں سے ڈرتے ہیں... آپ کے لیے تو سو سیڑھیاں حاضر ہیں... اور بے شک آپ میری سیڑھی لے کر بھاگ بھی جائیں"۔ اس نے روانی کے عالم میں کہا۔

"ارے ارے... یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں... اور ہاں... ہمیں بس ایک ہی سیڑھی دے دیں، سو سیڑھیاں لے جاتے لے جاتے تو ہو جائے گی رات... یوں بھی ہم سو سیڑھیوں پر چڑھنے سے رہے"۔

"ابھی لاتا ہوں... اب آئے گا مزا"۔

"دیکھیے ہم نے اس کا وعدہ نہیں کیا"۔ فاروق بوکھلا اٹھا۔

"کک... کس کا وعدہ نہیں کیا"۔ وہ حیران رہ گیا۔

"جی... اس کا کہ اب آئے گا مزا... ہمیں نہیں معلوم... مزا آتا ہے یا نہیں"۔ فاروق نے منہ بنایا۔

"اوہ میں سمجھ گیا... آپ فاروق ہیں"۔

"میرے جملے کا یہ مطلب نکلتا ہے"۔ فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں بالکل"۔ اس نے ہنس کر کہا اور اندر چلا گیا۔

"دیکھا محمود... اب جملوں کے مطلب اس طرح بھی نکلتے ہیں... پتا نہیں کیا ہو گیا ہے ان جملوں کو اور ان کے مطلبوں کو...

کچھ مطلبی سے نہیں ہو گئے... یہ"۔

"کک... کون؟" محمود نے گھبرا کر کہا۔

"بھئی یہی... جملے... اور کون"۔

"یار دماغ نہ چاٹو... ادھر اباجان لال پیلے ہو رہے ہوں گے"۔

"اس عمر میں انہیں لال پیلے ہونے کی کیا ضرورت پیش آ گئی ہو گی"۔ فاروق کے لہجے میں حیرت تھی۔

"تمہارے بھوسے میں تو بھرا ہوا ہے مغز... اتنی سی بات نہیں سمجھتے... ہمیں اتنی دیر ہو گئی ہے سیڑھی کے لیے نکلے"۔ اس نے تلملا کر کہا۔

"اوہ نہیں... ہاں... واقعی"۔ فاروق نے گڑبڑا کر کہا۔

"اوہ نہیں... ہاں... واقعی... یہ کیا بات ہوئی"۔

"وہ سیڑھی آ گئی"۔ فاروق فوراً بولا۔

وہ صاحب سیڑھی اٹھائے باہر آ رہے تھے... انہوں نے شکریہ کہہ کر سیڑھی ان سے لی اور روبل تارا کے محل میں داخل ہوئے... انسپکٹر جمشید پیچ و تاب کھا رہے تھے... اور فرزانہ بے چارگی بے بسی کے انداز میں منہ بنا رہی تھی۔

"ہمیں افسوس ہے"۔ محمود نے ڈرے ڈرے انداز میں کہا۔

"کیا مطلب... کیا تم بھی باہر کوئی افسوس ناک معاملہ چھوڑ آئے ہو"۔

"باہر نہیں.... اندر.... ہمیں سیڑھی لانے میں دیر ہو گئی ہے"۔

"گولی مارو سیڑھی کو"۔ وہ تلملا کر بولے۔

"جی بہتر"۔ فاروق نے کہا اور اپنی جیب سے پستول نکال کر سیڑھی کی طرف فائر کر دیا۔

"ارے ارے.... یہ کیا کر رہے ہو بھئی"۔ فرزانہ نے گھبرا کر کہا۔

"اباجان کے حکم کی تعمیل"۔

"یار فاروق میں بہت پریشان ہوں"۔

"وہ ملازم غائب ہو گیا ہے"۔

"یہ تو اور اچھی بات ہے.... اب ہم اطمینان سے اس عمارت کی تلاشی لیں گے"۔

"پہلے بات سن لو.... وہ ہمارے سامنے اس نیلے دروازے والے کمرے میں داخل ہوا تھا.... یہ کہتے ہوئے کہ میں ابھی آتا ہوں.... اشارہ اس طرح کیا تھا جیسے پیشاب کرنا چاہتا ہو اور پھر کمرے سے باہر نہیں آیا"۔

"تو آپ خود جا کر اسے باہر لے آئیں"۔

"احمق ہو اچھے بھلے"۔ انسپکٹر جمشید نے بھنا کر کہا۔

"یہ بھی اچھی بات ہے کہ میں احمق تو کم از کم اچھا بھلا ہوں نا.... ویسے آپ نے وضاحت نہیں کی میرے احمق ہونے کی"۔

"ہم نے اس کمرے میں جا کر دیکھا.... وہ کمرے میں نہیں تھا.... اور اس کمرے میں نہ تو کوئی اور دروازہ ہے.... نہ کوئی کھڑکی.... نہ روشن دان"۔

"یہ بہت بڑی بات ہے"۔ فاروق نے کہا۔

"کون سی بڑی بات کی طرف اشارہ کر رہے ہو"۔ فرزانہ نے جل کر کہا۔

"اس طرف کے لوگ ایک کمرے میں دوسرا دروازہ اور کھڑکی یا روشن دان وغیرہ نہیں رکھتے"۔

"دیکھا آپ نے.... اسے اٹکھیلیاں سوجھ رہی ہیں اور ہم بیزار بیٹھے ہیں"۔ فرزانہ نے منہ بنایا۔

"تو تم چاہتی ہو.... میں بھی بیزار بیٹھ جاؤں.... تو پھر یہ لو، بیٹھ گیا میں بیزار"۔ فاروق نے کہا اور اکڑوں بیٹھ گیا.... چہرے پر بیزاری کے آثار طاری کر لیے۔

"اس سے تو سنجیدگی کی امید فضول ہے اباجان.... ہم اپنا کام کرتے ہیں"۔

"کیا آپ نے اس کمرے میں تہ خانے کے امکانات کا جائزہ لیا ہے"۔

"تو اس وقت تک اور کیا کیا ہے"۔

"اور آپ تہ خانہ تلاش نہیں کر سکے"۔

"بالکل نہیں"۔

"تب پھر وہ چھت کے راستے نکل گیا ہو گا"۔ فاروق نے کہا۔

"دماغ تو نہیں چل گیا.... ارے"۔

انسپکٹر جمشید اچانک زور سے اچھلے۔

○☆○

جھوٹا خوف

"ٹک.... کیا ہوا ابا جان.... کوئی بھوت تو نظر نہیں آ گیا"۔ فاروق نے گھبرا کر کہا۔

"تمہاری اوٹ پٹانگ باتوں سے بہتر ہے.... بھوت ہی نظر آ جائے"۔ محمود نے جل بھن کر کہا۔

"ویسے میں خود حیران ہوں.... ابا جان اچھلے کیوں"۔

"یہ تو ابا جان بتائیں گے.... ہاں میں اچھلا ہوتا تو میں بتا دیتا.... ویسے تم نے دیکھا ہو گا.... میں ذرا بھی نہیں اچھلا تھا.... ٹھیک ہے نا"۔ محمود نے جلدی جلدی کہا۔

"اب شاید تم پر بھی فاروق کا رنگ چڑھنے لگا ہے"۔

"نہیں تو.... ذرا آئینہ دکھانا فاروق"۔

"برا مان جاؤ گے"۔ فاروق بولا۔

"خاموش رہو.... فاروق نے ایک نئی سوچ دی ہے"۔

"اگر مجھے معلوم ہوتا کہ اس طرح ہمیں خاموش ہو جانا پڑے گا تو ہرگز نئی سوچ نہ دیتا.... لیکن...."

"لیکن کیا؟" فرزانہ نے اسے گھورا۔

"لیکن میں نے سوچ کون سی دی ہے.... یہ.... یہ تو مجھے بھی نہیں معلوم"۔

"یہ کہ وہ چھت کے راستے نکل گیا.... ہم نے دراصل تہ خانے کی تلاش میں خوب ٹکریں ماری ہیں.... "لیکن چھت کی طرف دھیان تک نہیں دیا.... اور وہ اس لیے کہ چھتیں بہت اونچی ہیں.... لیکن اب اس پہلو سے بھی جائزہ لینا پڑے گا"۔

"مم.... مجھے.... مجھے"۔ فاروق نے کچھ کہنا چاہا۔

"بس خاموش.... اب کوئی اوٹ پٹانگ بات نہ کہنا"۔

"وہ.... مم.... مجھے...."

"نہیں.... اب تم کوئی بات نہ کہو.... تنگ آ گئے ہیں ہم سن سن کر"۔ محمود نے اسے گھورا۔

"ہاں بالکل.... چپ رہو"۔ انسپکٹر جمشید نے سرد آواز میں کہا.... اور اس کمرے کی طرف بڑھ گئے.... فرزانہ اور محمود نے بھی ان کا ساتھ دیا.... لیکن فاروق وہیں بت بنا کھڑا رہا۔

"تم سے یہ نہیں کہا کہ ہمارے ساتھ آؤ بھی نہ"۔

"مجھے ڈر لگ رہا ہے"۔ اس نے جلدی سے کہا۔

"تو لگنے دو"۔ انسپکٹر جمشید کی آواز سنائی دی۔

"جو حکم"۔ اس نے کہا اور کمرے کی طرف قدم اٹھا دیے۔

پھر وہ کمرے میں داخل ہو گئے.... چھت پر نظر ڈالی.... درمیان میں ایک نئی قسم کا قیمتی فانوس لٹک رہا تھا.... اور چھت بہت خوفناک تھی.... اس پر خوفناک تصاویر بنی ہوئی تھیں.... چڑیلوں کی.... جنوں کی اور بھوتوں کی تصاویر.... فاروق ان تصاویر کو دیکھ کر اور بھی سہم گیا۔

"ارے! اسے کیا ہو گیا.... یہ تو واقعی بہت خوفزدہ نظر آ رہا ہے"۔

"ہاں واقعی"۔ انسپکٹر جمشید بھی حیرت زدہ رہ گئے اور چھت کو بھول کر اس کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"کیا ہوا تمہیں.... میں بھی یہیں ہوں.... محمود اور فرزانہ بھی ساتھ ہیں.... پھر اس قدر خوف زدہ کس وجہ سے ہو رہے ہو.... یا پھر ایکٹنگ کر رہے ہو"۔

"نہیں.... میں ایکٹنگ نہیں کر رہا"۔ اس نے کانپ کر کہا۔

"تب پھر کیا بات ہے؟"

"میں بتا نہیں سکتا.... کہ میں کیوں اتنا خوف محسوس کر رہا ہوں.... لیکن میں نے شاید اپنی تمام زندگی میں کبھی اس قدر خوف محسوس نہیں کیا"۔

"لیکن کوئی وجہ بھی تو ہو"۔ فرزانہ نے جھلا کر کہا۔

"میرا خیال ہے.... ہمیں پھانسا جا رہا ہے.... ہم اس محل میں قید ہو گئے ہیں.... ارے باپ رے.... فف.... دف.... وہ دیکھئے.... فانوس

نیچے آ رہا ہے"۔ فاروق چلا اٹھا۔

"فانوس نیچے آ رہا ہے"۔ انسپکٹر جمشید بوکھلا اٹھے۔

پھر ان کی نظریں بھی اوپر اٹھ گئیں.... فانوس واقعی آہستہ آہستہ نیچے آ رہا تھا.... وہ پھٹی پھٹی آنکھوں سے اسے دیکھ رہے تھے.... پھر فرش سے صرف ایک فٹ اوپر آ کر وہ رک گیا۔

"اس میں بیٹھ جاؤ.... ملازم تک پہنچ جاؤ گے"۔ کسی نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

"یہ.... یہ تم نے کہا فاروق"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"جی.... نن.... نہیں تو.... میں کیوں کہنے لگا"۔

"اس کا مطلب ہے.... تمہارا خیال درست ہے"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"کک.... کون سا خیال"۔

"یہ کہ ہم پھنس گئے ہیں"۔ یہ کہہ کر وہ کمرے کے دروازے کی طرف مڑے.... وہ بند نظر آیا.... جب کہ انہوں نے اس کے بند ہونے کی آواز تک نہیں سنی تھی۔

"فاروق کا خوف سچا تھا"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"جی.... کیا خوف جھوٹا بھی ہوتا ہے"۔ فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"آؤ.... فانوس پر بیٹھ جائیں.... اب وہی کرنا ہو گا.... جو یہ کہتے

ہیں"۔

"ارے ارے.... وہ"۔ محمود کے منہ سے نکلا۔

"فاروق کی نقل کر رہے ہو"۔ فرزانہ بولی۔

"نہیں.... میں اس بڑے میاں کے بارے میں سوچ رہا ہوں.... جس سے ہم سیڑھی لائے تھے.... بے چارہ سیڑھی کی واپسی کا انتظار کرنے کے ساتھ ہمارے بارے میں نہ جانے کیا کیا خیال کرے گا"۔

"بھئی بعد میں ہم اس سے معذرت کر لیں گے آؤ"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

اور وہ فانوس پر سوار ہو گئے فانوس لوہے کی مضبوط سلاخ کے ساتھ لٹک رہا تھا.... سلاخ آہستہ آہستہ اوپر ہونے لگی.... یہاں تک کہ وہ چھت تک پہنچ گیا.... اب چھت میں ایک خلاء سا پیدا ہوا اور فانوس اس خلا سے نکل کر اوپر آ گیا۔

"بس! اب اتر جاؤ.... فانوس کا سفر ختم"۔ سرگوشی سنائی دی۔

"فانوس کا سفر.... یہ.... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے"۔ فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"حد ہو گئی.... ایسے میں بھی ناولوں کے ناموں کی پڑی ہے"۔ محمود جھلا اٹھا۔

وہ فانوس سے اتر گئے.... انہوں نے دیکھا وہ ایک عالی شان کمرے میں تھے.... وہ خوفناک ملازم ایک سنہری کرسی پر کسی بادشاہ کی

طرح بیٹھا تھا... کمرے کی دیواروں کے ساتھ ساتھ خندہ صورت لوگ
باادب کھڑے تھے... جیسے کسی بادشاہ کے دربار میں کھڑے ہوں... ان
کے اترتے ہی فانوس پھر خلا میں داخل ہوا اور نیچے اتر گیا... خلا برابر ہو
گیا... اب فرش میں کوئی ایسا نشان نہیں تھا کہ جس کی بنیاد پر یہ کہا جا
سکتا کہ اس میں خلا ہو جاتا ہے۔

"شاہی مجرم حاضر ہیں"۔ ایک درباری نے رکوع کے انداز میں
جھک کر کہا۔

"شش... شاہی مجرم"۔ فاروق نے کھوئے کھوئے انداز میں
کہا۔

"کیوں... کیا ہو گیا بھئی"۔ سنہری کرسی پر بیٹھے خوفناک آدمی
نے کہا۔

"یہ... یہ بھی کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے"۔ فاروق نے کہا۔
اور وہ مسکرا دیے۔

"فاروق زندہ باد"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"بلکہ تم سب مردہ باد"۔ خوفناک آدمی بولا۔

"پھر ہم باتیں کس طرح کر رہے ہیں"۔

"میری مہربانی سے"۔ اس نے کہا۔

"غلط... بالکل غلط... ہم اللہ کی مہربانی سے بول رہے ہیں"۔

"تم لوگوں کو دوسروں کے پھڈوں میں ٹانگیں اڑانے کا شوق تو

نہیں ہے"۔ اس نے بھنائے ہوئے انداز میں کہا۔

"یہ بات آپ کو کس نے بتائی"۔ محمود کے لہجے میں حیرت
تھی۔

"بتانے کی کیا ضرورت ہے... تمہاری ہر حرکت سے یہ بات
ظاہر ہوتی ہے"۔ اس نے جل بھن کر کہا۔

"تب پھر آپ پوچھ کیوں رہے ہیں"۔ فاروق نے پوچھا۔

"اپنا اطمینان کرنے کے لیے"۔

"تو پھر... اطمینان ہو گیا یا نہیں"۔

"ہاں ہو گیا... تم لوگ دوسروں کے معاملات میں ٹانگ اڑانے
کے ماہر معلوم ہوتے ہو... لہٰذا ہم بھی تمہیں شایان شان سزا دیں
گے"۔ اس نے بارعب انداز میں کہا۔

"اپنے شایان شان یا ہمارے شایان شان"۔

"اپنے شایان شان... تمہارے شایان شان سزا میں کیوں دینے
لگا"۔

"ہمارا جرم کیا ہے جناب"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"بتایا نہیں... ٹانگ اڑانا"۔

"اوہ اچھا... لیکن یہ چکر کیا ہے... پہلے تو اس کاغذ والا معاملہ
ہی سمجھ میں نہیں آیا... پھر روبل تارا کے اس محل میں یہ کیا ہو رہا
ہے... روبل تارا بھی یہاں نظر نہیں آئے... آخر ہم لوگ کس چکر

میں پھنس گئے ہیں"۔

"یہ چکر بہت گہرا ہے.... تم لوگ ابھی تک اس چکر کو سمجھ نہیں سکے.... مجھے اس بات کی بہت خوشی ہے.... لیکن اس بات سے خوف زدہ بھی تھا کہ سمجھ نہ جاؤ.... یہ زیادہ اچھا ہوا کہ تم خود بخود یہاں آ گئے اور مجھے کوئی محنت نہیں کرنا پڑی"۔ اس نے جلدی جلدی کہا۔

"پروگرام کیا ہے؟"

"صرف اور صرف موت کا پروگرام ہے"۔ اس کی آواز حد درجے سرد تھی۔

"موت کا پروگرام.... ارے باپ رے.... آج یہ ہو کیا رہا ہے"۔ فاروق نے گھبرا کر کہا۔

"کیوں! اب کیا ہوا؟" محمود بولا۔

"یہ بھی کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے"۔ فاروق مسکرایا۔

"یار چھوڑو.... تم بھی ناولوں کے ناموں کے پیچھے پڑ گئے ہو"۔ محمود نے بھنا کر کہا۔

"میں.... میں کیوں لگا پیچھے پڑنے.... یہ میرے پیچھے پڑ گئے ہیں"۔ فاروق نے منہ بنایا۔

"یہ کون"۔ انسپکٹر جمشید کے منہ سے نکلا۔

"ناولوں کے نام"۔

"اچھا بھائی چپ رہو.... ورنہ یہ بڑے بھائی برا مان جائیں

گے"۔ انسپکٹر جمشید نے تنگ آ کر کہا۔

"یہ پہلے ہی کون سا اچھا منا رہے ہیں"۔

"تم لوگ عجیب ہو.... کیا ہر حالت میں اسی طرح بولتے رہتے ہو"۔ خوفناک آدمی نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں جی بالکل.... یہ ہماری خاص عادت ہے.... ویسے ہماری اور بھی بہت سی خاص عادتیں ہیں.... لیکن اب ان کے بارے میں بتا کر آپ کو کیا بور کرنا"۔

"شکریہ بہت بہت.... وزیر اعظم.... ان لوگوں کے ساتھ کیا کیا جائے؟"

"ان کی گردنیں مار دی جائیں عالم پناہ"۔ لمبے قد کے ایک شخص نے جھک کر کہا۔

"عالم پناہ.... وزیر اعظم.... یہ.... یہ کیا ہو رہا ہے بھائی.... کیا ہم کسی شاہی دربار میں ہیں"۔

"ہاں بالکل.... یہ شاہی دربار نہیں تو پھر اور کیا ہے.... اور تم شاہی مجرم نہیں تو پھر کیا ہو"۔

"تب تو ٹھیک ہے"۔ فاروق نے فوراً کہا۔

"کیا ٹھیک ہے؟" عالم پناہ کے لہجے میں حیرت تھی۔

"یہ کہ یہ دربار شاہی.... آپ شاہی.... ہم شاہی.... پھر کیسی سزا؟"

"سزا سنانا ہمارا کام ہے.... تمہارا کام سزا سننا ہے"۔

"پتا نہیں کیا کس کا کام ہے.... آپ ہمیں ہمارا جرم تو سنا دیں.... باقی باتیں تو دیکھی جائیں گی"۔

"جرم یہ ہے کہ باغ میں وہ کاغذ تم نے دیکھ لیا تھا.... اس پر لکھے چند ناموں میں سے ایک دو نام تمہارے ذہنوں میں محفوظ ہو گئے ہوں گے.... لہٰذا تم لوگوں کو زندہ نہیں چھوڑا جا سکتا"۔

"لیکن وہ کاغذ تھا کیسا.... اتنا تو بتا دیں"۔

"اگر یہ بات بتانے والی ہوتی تو پھر تمہیں موت کے گھاٹ اتارنے کی کیا ضرورت تھی"۔

"ہائیں.... تو آپ ہمیں موت کے گھاٹ اتار رہے ہیں.... ابھی ابھی وزیر صاحب تو کہہ رہے تھے.... ہماری گردنیں مار دی جائیں"۔

"ایک ہی بات ہے.... تم اتنی اردو بھی نہیں سمجھتے"۔ عالم پناہ نے جل بھن کر کہا۔

"مجھے معلوم نہیں تھا.... یہ اردو کا پیریڈ ہے"۔ فاروق نے منہ بنایا۔

"لیکن مسٹر روبل تارا کہاں ہیں"۔

"چھوٹے معاملات سے ہم خود نبٹ لیتے ہیں.... ان کے لیے بڑے بڑے معاملات ہیں"۔

"یہ روبل تارا چکر کیا چلا رہے ہیں؟"

"روبل تارا کے چکر کسی کو سمجھ میں نہیں آیا کرتے.... آپ اس چکر کو لے لیں.... کیا کوئی بات آپ کے پلے پڑی"۔

"نہیں.... ابھی تک تو نہیں پڑی.... لیکن بہرحال کوئی ایسی بات بھی نہیں ہے.... پلے پڑ جاتی.... اگر ہم ادھر نہ آ جاتے.... ہم نے کیس حل کرنے کے لیے غلط سمت اختیار کر لی.... ہمیں تو دراصل...." وہ کہتے کہتے رک گئے۔

"ہمیں تو دراصل کیا؟"

"ہمیں تو دراصل پہلے جنگل میں جانا چاہیے تھا.... جہاں تم نے اس غریب کی لاش کو دفن کیا ہے"۔

"ہم نے.... اور کسی کی لاش کو دفن کیا ہے.... ارے میاں جاؤ.... ہمیں ایسا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں.... ہم لوگوں کی لاشیں دفن کرنے کا جھنجھٹ نہیں پالتے"۔

"تو پھر کیا کرتے ہیں؟"

"اس محل میں ہم نے ایک تہ خانہ بنا رکھا ہے.... اس میں لاشیں پھینک دی جاتی ہے"۔

"حیرت ہے.... پھر آپ لوگوں کو جنگل میں لاش دفن کرنے کیا ضرورت تھی؟"

"آپ لوگوں کی ضرور آنکھیں بجی ہوں گی"۔

"لیجیے.... اب آنکھیں بجنے لگیں.... دانتے بے چارے تو اب

پانی بھرتے نظر آئیں گے"۔

"مطلب یہ کہ آپ لوگوں نے کوئی لاش جنگل میں دفن نہیں کی"۔

"نہیں.... بالکل نہیں"۔

"پارک میں ایک شخص نے ایک کاغذ میں سات نام لکھے تھے.... ترتیب وار سات نام.... ان کے آگے تاریخیں بھی درج کی تھیں.... ان میں سے چار تاریخیں گزر چکی تھیں.... تین ابھی باقی ہیں.... کاغذ لکھنے والے کو پکڑ کر اس محل تک لایا گیا تھا.... اور پھر اس محل سے ایک کار نکل کر جنگل کی طرف گئی تھی.... جنگل میں کار سے اترنے والوں نے ایک گڑھا کھودا تھا.... اس گڑھے میں ایک عدد لاش دفن کی گئی تھی.... اس بارے میں آپ کیا کہتے ہیں"۔

"اس بارے میں روبل تارا ہی بتا سکیں گے"۔

"لیکن مشکل یہ ہے عالم پناہ کہ.... دفن کرنے والے آپ خو[illegible] تھے"۔

"آپ لوگوں کی آنکھوں نے دھوکا کھایا ہو گا.... آج کل لوگوں کی نظریں بہت کمزور ہو گئی ہیں"۔

"آخر آپ کو چھپانے کی کیا ضرورت ہے.... جب پہلے ہی [illegible] خانے میں لاشیں پھینکنے کی باتیں بتا رہے ہیں"۔

"بالکل.... لیکن جو کام ہم نے نہیں کیا.... وہ ہمارے نام [illegible]

لگائیں.... ہم لوگ انسان کو چیونٹی کی طرح مسل دیتے ہیں.... لیکن جس کا خون نہیں کیا.... اس کا خون اپنے ذمے نہیں لیتے"۔

"حیرت ہے.... کمال ہے.... آپ لوگ آخر انسانوں کو کیوں ہلاک کرتے ہیں؟"

"اپنے مخالفوں کو.... اور اپنے راستے میں آنے والوں کو اگر ختم نہ کیا جائے تو ایسا کرنا ہی پڑتا ہے.... تم لوگ بھی ہمارے راستے میں آ گئے ہو"۔

"کیا روبل تارا تمہارا باس ہے؟"

"روبل تارا جیسے تو ہمارے ناخنوں میں پڑے رہتے ہیں"۔

"ہائیں! یہ کیا بات ہوئی.... مطلب یہ کہ تمہارا روبل تارا سے کوئی تعلق نہیں"۔ انسپکٹر جمشید کے لہجے میں حیرت تھی۔

"نہیں.... لیکن بس اتنا سا کہ میں اس کے گھر کا ملازم ہوں.... اور اسے یہی معلوم ہے کہ میں ایک ملازم ہوں.... لیکن دراصل میں کیا ہوں.... یہ کسی کو معلوم نہیں"۔

"اور تم کیا ہو؟" انسپکٹر جمشید نے اس کی طرف بغور دیکھا۔

عین اس وقت دروازے کی گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی.... وہ سبھی چونک اٹھے۔

○☆○

اب کیا کیا جائے

"ہیلو سر.... ہم غازی روڈ کی کوٹھی نمبر 1 کے پاس پہنچ چکے ہیں.... جب کہ محمود صاحب یہاں نہیں ہیں.... آپ نے بتایا تھا کہ وہ ہمیں یہیں ملے گے"۔

"ہاں! اس نے یہی کہا تھا.... اگر وہ یہاں نہیں ہے تو پھر اس کا مطلب ہے.... مجبوراً" اسے پہلے جانا پڑا ہے.... لہٰذا تم اس عمارت پر نظر رکھو اور جونہی کوئی بات معلوم ہو.... مجھے فوراً فون کرو"۔

"بہت بہتر سر"۔ سادہ لباس والے نے کہا اور سیٹ بند کر دیا.... پھر اپنے ساتھی کی طرف مڑا۔

"یار یہ لوگ بھی کسی نہ کسی چکر میں الجھے ہی رہتے ہیں"۔

"لیکن اس میں ان کا بھی کیا قصور"۔ دوسرا مسکرایا۔

"اب ہمیں تو یہاں ڈیوٹی دینا پڑے گی نا.... اور خود وہ حضرت نہ جانے کہاں سرک لیے"۔

"بھئی ہمارا کام ہی یہی ہے"۔ دوسرے نے کہا۔

وہ محل سے قدرے فاصلے پر اپنی جیپ میں بیٹھے باتیں کرتے

رہے.... ایسے میں ایک کار عمارت کی طرف آتی نظر آئی.... وہ سیاہ رنگ کی کار تھی۔

"ہوشیار.... سیاہ رنگ کی کار عمارت کی طرف جا رہی ہے"۔ دوسرے نے کہا۔

"اگر یہ کار کسی ملاقاتی کی ہے، تب تو اس سے کوئی آدمی اتر کر دروازے پر دستک دے گا اور اگر کار کا تعلق اس عمارت سے ہے تو پھر کار سیدھی اندر چلی جائے گی.... لہٰذا ہمیں فوراً اس کا نمبر نوٹ کر لینا چاہیے"۔

"بالکل ٹھیک"۔ پہلے نے کہا اور نوٹ بک پر نمبر نوٹ کر لیا.... کار جونہی دروازے پر پہنچی.... دروازہ کھل گیا اور وہ اندر داخل ہو گئی۔

"گویا کار اس کوٹھی کی ہی ہے.... لیکن یار ہم نے ابھی تک نزدیک جا کر یہ نہیں دیکھا کہ یہ کوٹھی ہے کس کی؟" دوسرے نے کہا۔

"دیکھ آؤ جا کر.... میں یہیں ٹھہرتا ہوں"۔

"ٹھیک ہے"۔ دوسرے نے کہا اور جیپ سے اتر کر کوٹھی کے دروازے کی طرف چلا گیا.... جلد ہی اس کی واپسی ہوئی.... اور پھر اس نے خوف زدہ انداز میں کہا۔

"پتا ہے.... کوٹھی کس کی ہے؟" اس نے سرسراتی آواز میں کہا۔

"نن نہیں.... کیوں کیا بات ہے.... کس کی ہے کوٹھی؟"

"روبل تارا کی"۔ وہ بولا۔

"ارے باپ رے" پہلا بوکھلا اٹھا۔

"ایک منٹ.... پہلے میں سر سے بات کر لوں"۔

اور پھر اس نے اکرام کے نمبر ڈائل کیے.... جلد ہی اکرام کی آواز سنائی دی.... کوئی بات ہو گئی ہے کیا"۔ اس نے فوراً کہا۔

"سر.... آپ کو ہم نے یہ اطلاع دینا ضرور خیال کیا کہ محمود صاحب نے جس کوٹھی کی نگرانی شروع کرائی ہے وہ دراصل روبل تارا کی ہے"۔

"کیا!!" اکرام نے چلا کر کہا۔

"ہاں سر.... اب ہمارے لیے کیا حکم ہے.... روبل تارا کو اگر بات معلوم ہو گئی کہ ہم اس کی کوٹھی کی نگرانی کر رہے ہیں تو وہ تو جائے گا ہماری جان کو"۔

"کوئی بات نہیں.... آتا ہے تو آنے دو.... تم نگرانی جاری رکھو"۔

"او کے سر"۔ اس نے کہا اور سیٹ بند کر دیا۔

کافی دیر گزر گئی.... پھر ایک اور کار انہوں نے روبل تارا عمارت کی طرف آتے دیکھی.... دونوں چونک اٹھے۔

"ارے باپ رے.... یہ تو انسپکٹر صاحب کی گاڑی ہے"۔

"اور ان کے ساتھ محمود صاحب بھی ہیں.... گویا اب کام شروع

ہونے کو ہے"۔

"ہم کیا کریں؟"

"ہم.... ایک بار پھر سر سے بات کرتے ہیں"۔

اور پھر اس نے اکرام سے بات کی.... نئی اطلاع سن کر اکرام بھی پریشان ہو گیا.... اس نے جلدی سے کہا۔

"وہیں ٹھہرو.... میں آ رہا ہوں"۔

"یس سر"۔

پندرہ منٹ بعد اکرام اپنی جیپ میں ان کے پاس پہنچ گیا۔

"ہاں! اب کیا رپورٹ ہے؟"

"انسپکٹر صاحب، محمود، فاروق اور فرزانہ صاحبان سمیت اندر جا چکے ہیں.... ان کی گاڑیاں باہر موجود ہے"۔

"یہ لوگ کیا کر رہے ہیں.... یہ تو اس شہر کی خوفناک ترین جگہ ہے"۔ اکرام نے پریشان ہو کر کہا۔

"ہمیں پتا نہیں سر.... ہم کیا کہہ سکتے ہیں"۔

"اب ہم کیا کریں.... سوال تو یہ ہے"۔

"صبر اور انتظار کرنے کے سوا ہم کر ہی کیا سکتے ہیں"۔

"اچھی بات ہے"۔ اکرام نے منہ بنایا۔

اور پھر کافی دیر گزر گئی.... اکرام کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔

"میں اب اور زیادہ نہیں ٹھہر سکتا"۔

"ٹھیک ہے.... لیکن ہم صرف تین ہیں.... یہاں تو پوری فورس ہونی چاہیے"۔

"بالکل ٹھیک.... پیغام دے دو.... سو آدمی منگوا لو"۔ اکرام نے کہا اور عمارت کی طرف قدم اٹھانے لگا۔

دروازے پر پہنچ کر اس نے دستک دی.... اندر دور گھنٹی بجنے کی آواز سنائی دی.... اس وقت تک رات کی تاریکی پھیل چکی تھی.... اور اکرام کا دل دھک دھک کر رہا تھا.... روبل تارا کے بارے میں وہ بہت کچھ سن چکا تھا.... ان اطلاعات کے تحت وہ اس ملک کا خوفناک ترین اور خطرناک ترین اور طاقتور ترین انسان تھا.... اس قدر طاقتور ترین کہ ملک کا صدر بھی اس کے کچھ بگاڑنے کی پوزیشن میں نہیں تھا.... اور بڑے بڑے لوگ اس کے آگے پانی بھرتے تھے۔

اس نے سر کو جھٹکا دیا.... ابھی تک دروازہ کھولنے کوئی نہیں آیا تھا.... اس نے گھنٹی کے بٹن پر انگلی رکھ دی.... گھنٹی پھر بجنے لگی.... آخر قدموں کی آہٹ سنائی دی.... اور ایک خوفناک صورت والے آدمی نے دروازہ کھولا۔

دونوں کی نظریں ٹکرائیں.... اکرام کو عجیب سا احساس ہوا۔

"مجھے روبل تارا صاحب سے ملنا ہے"۔

"اب وہ یہاں نہیں رہتے.... ان کا پتا اب 309 ماڈل کالونی ہے"۔

"اوہو اچھا.... پھر یہاں کون رہتا ہے؟"

"یہاں اب ان کے بھائی رہتے ہیں"۔

"ان کا نام کیا ہے"۔

"عرفان تارا۔

"چلیے.... مجھے انہی سے ملا دیں"۔

"افسوس.... میں ایسا نہیں کر سکتا.... وہ ان دنوں ملک سے باہر ہیں"۔

"یہ کیا بات ہوئی"۔ اکرام نے جل کر کہا۔

"عرفان تارا ملک سے باہر گئے ہوئے ہیں.... یہاں اب ان کے ملازم رہتے ہیں اور بس"۔

"ان میں سے ایک ملازم تو ہوئے آپ اور کتنے ملازم ہیں"۔

"آخر آپ کون ہیں.... یہ ساری باتیں کیوں پوچھ رہے ہیں"۔ اس نے جھلا کر کہا۔

"مجھے پہچان لینے کے باوجود پوچھ رہے ہو.... میں کون ہوں"۔

"کیا مطلب؟"

"یہ ٹھیک ہے کہ میں تمہیں پندرہ سال بعد دیکھ رہا ہوں.... لیکن مسٹر ابھو.... اس کا مطلب یہ نہیں کہ پندرہ سال بعد تمہیں دیکھ کر میں پہچانوں گا نہیں.... اور پھر تم نے تو خود بھی مجھے پہچان لیا ہے.... اپنے دوست اکرام کو نہیں پہچانو گے جس نے تمہیں پانچ سال جیل کی

ہوا کھلائی تھی"۔

"آہا... انسپکٹر اکرام... یہ آپ ہیں"۔

"میں انسپکٹر نہیں... سب انسپکٹر ہوں... اور جس وقت میں نے تمہیں گرفتار کیا تھا... اس وقت میں ہیڈ کانسٹیبل تھا... کیا خیال ہے اب تو یاد آگیا ہو گا اچھی طرح"۔

"بالکل... لیکن... میں وہ زندگی چھوڑ چکا ہوں"۔

"یہ بہت اچھی بات ہے... لیکن یہاں کیا کر رہے ہو؟"

"اس گھر میں ملازم کی حیثیت سے کام کرتا ہوں"۔

"اب جب کہ تم نے مجھے پہچان لیا ہے... تم میری ملاقات مسٹر عرفان تارا سے کرا دو... یہی تمہارے حق میں بہتر ہے"۔

"وہ یہاں نہیں ہیں... ملک سے باہر ہیں"۔

"اچھا کمال ہے... خیر... کچھ دیر پہلے انسپکٹر جمشید اور ان کے بچے اندر داخل ہوئے تھے... مجھے ان تک پہنچا دو... مسٹر ابرو"۔

"اندر انسپکٹر جمشید یا ان کے ساتھیوں میں سے کوئی بھی نہیں ہے"۔

"کیوں جھوٹ بولتے ہو... بہت دیر پہلے یہاں دو سادہ لباس والوں کو مقرر کر دیا گیا تھا... انہوں نے اطلاع دی تھی کہ انسپکٹر جمشید اور ان کے بچے اس عمارت میں داخل ہوئے ہیں... وہ نگرانی کرنے والے بدستور باہر موجود ہیں... لیکن انہوں نے انہیں باہر نکلتے نہیں

دیکھا"۔

"وہ آئے ضرور تھے... لیکن کچھ دیر پہلے جا چکے ہیں... انہوں نے خود درخواست کی تھی کہ انہیں پچھلے دروازے سے رخصت کر دیا جائے... صدر دروازے سے وہ باہر نہیں جانا چاہتے"۔

"کیوں... وجہ؟" اکرام نے منہ بنایا۔

"وجہ انہوں نے نہیں بتائی تھی"۔

"اچھا خیر... اگر وہ اندر نہیں ہیں تو آپ اندر کی تلاشی لینے دیں"۔

"آپ تلاشی کے وارنٹ لے آئیں... ہم تلاشی دے دیں گے"۔

"ضرور... ٹھیک ہے"۔ اس نے کہا اور مسکرا کر جیب سے تلاشی کے وارنٹ دکھا دیئے"۔

"یہ کیا... پہلے ہی وارنٹ لے آئے ہیں آپ تو"۔

"یہ انسپکٹر جمشید صاحب کی تربیت کا نتیجہ ہے... عام طور پر ایسے معاملات میں تلاشی کا امکان تو ہوتا ہی ہے... لہذا میں پہلے ہی انتظام کر کے چلتا ہوں"۔ اکرام نے دل ہی دل میں خوش ہوتے ہوئے کہا۔

"خیر... آیئے"۔ ابرو نے کہا۔

وہ انہیں لے کر اندر داخل ہوا... اکرام کا بھی اس محل میں

داخل ہونے کا یہ پہلا موقع ..... وہ حیرت زدہ رہ گیا.... اندر کے ٹھاٹ
باٹ ہی نرالے تھے.... ہر چیز سے دولت ٹپک رہی تھی.... ہر طرف
آبنوس کی لکڑی کا کام کیا ہوا اور پھر لکڑی میں بھی ہر جگہ کام کیا ہو
ا .... فرش پر دبیز قالین بچھے تھے.... ان پر چلتے وہ پہلے صحن میں
آئے.... اس کے چاروں طرف کمرے تھے ان پر نظر ڈالی۔

"ایک ایک کمرہ کھول کر دکھاؤ مجھے.... اور جلدی جلدی....
تمہارے کہنے کے مطابق عرفان تارا اور اس کے بیوی بچے ملک سے باہر
گئے ہوئے ہیں"۔

"ہاں! یہ بات بالکل درست ہے"۔

"اس کا مطلب ہے.... تمہارے علاوہ اور ایک دو اور ملازمین
کے علاوہ یہاں اور کوئی نہیں ہے"۔

"ہاں یہی بات ہے"۔

"اچھی بات ہے.... باقی ملازمین کو بھی بلا لو.... تم لوگ ایک جگہ
بیٹھ جاؤ.... ہم خود تلاشی لے لیتے ہیں"۔

"مجھے کوئی اعتراض نہیں"۔ یہ کہہ کر اس نے صحن میں ایک
جگہ لگا ایک بٹن دبا دیا۔

فوراً ایک کمرے کا دروازہ کھلا اور تین ہٹے کٹے آدمی صحن میں
آ گئے۔

"کیا بات ہے ابرو صاحب؟" ان میں سے ایک بولا۔

"ان کا تعلق پولیس سے ہے.... یہ محل کی تلاشی لینا چاہتے
ہیں"۔

"اوہو اچھا.... کمال ہے.... تو کیا ہم تلاشی دینے پر مجبور ہیں....
کیا ہم روبل تارا صاحب کو فون نہیں کر سکتے"۔

"ضرور فون کر سکتے ہیں.... لیکن.... وہ قانون کی مدد کرنے کے
عادی ہیں.... سنتے ہی کہہ دیں گے کہ فوراً تلاشی دے دو.... لہٰذا پوچھنے
کی بھی کیا ضرورت ہے.... یہاں ہے ہی کیا.... تلاشی دے دیتے ہیں"۔

"ٹھیک ہے"۔

"تو پھر ہم چاروں یہاں صحن میں بیٹھے رہیں گے.... یہ لوگ
پورے محل کو دیکھ سکتے ہیں"۔

"ہاں ٹھیک ہے.... انہیں چابیاں دے دیتے ہیں.... خود ہی
کمروں کے تالے کھولتے رہیں گے اور دیکھتے رہیں گے"۔

"بالکل ٹھیک"۔ ابرو نے کہا۔

اور پھر انہوں نے ایسا ہی کیا.... وہ ایک ایک کمرے کی تلاشی
لیتے چلے گئے.... لیکن کسی کمرے میں بھی ان کی موجودگی کا کوئی نشان نہ
ملا.... جب تمام کمرے ہو گئے تو اکرام کو چھت کا خیال آیا.... وہ پھر
پہلے صحن میں آئے۔

"ہم چھت بھی دیکھنا چاہتے ہیں"۔

"یہ اس طرف زینہ ہے"۔ ابرو نے کہا۔

وہ زینے طے کر کے چھت پر پہنچ گئے.... چھت پر بڑے بڑے گنبد بنے ہوئے تھے۔

"ان گنبدوں کی وجہ سمجھ میں نہیں آئی.... آخر ان کی کیا ضرورت تھی"۔ اکرام بڑبڑایا۔

"خوبصورتی کے لیے بنوائے ہیں اور کیا"۔ ایک ماتحت بولا۔

"ہر کمرے پر ایک گنبد اور وہ بھی کمرے کی لمبائی اور چوڑائی کو گھیرے ہوئے.... یعنی اتنے بڑے.... حیرت ہے"۔ اکرام نے پھر کہا۔

"لیکن نیچے سے یہ نظر نہیں آتے.... گویا گنبد چھتوں کے اوپر تعمیر کیے گئے ہیں"۔

"جی سر.... لیکن اس بات سے ہمیں کیا فائدہ ہو سکتا ہے بھلا۔

"شاید کوئی بات ہو.... کوئی پہلو نکل آئے"۔

"تو کیا آپ ان گنبدوں کو تڑوانا چاہتے ہیں.... اس صورت میں روبل تارا سے کیسے نمٹیں گے"۔

"پہلے ہم مزید اطمینان کر لیں.... اس کے بعد آئی جی صاحب سے بات کریں گے"۔ اکرام نے کہا۔

انہوں نے پھر سے تلاشی شروع کر دی.... لیکن پورے محل میں کہیں بھی ان کا کوئی نشان نہیں ملا.... آخر تنگ آ کر اکرام نے آئی جی صاحب کو فون کیا۔

"السلام علیکم سر.... یہ میں ہوں اکرام.... اور روبل تارا کے

محل سے بات کر رہا ہوں۔

"کیا مطلب.... تم وہاں کہاں پہنچ گئے اکرام"۔

"انسپکٹر صاحب اور ان کے بچے کچھ دیر پہلے اس محل میں داخل ہوئے تھے.... انہیں نکلتے نہیں دیکھا گیا.... ہم ان کے لیے پریشان ہیں.... لہٰذا ہم نے اندر کی تلاشی لی ہے.... لیکن تلاشی سے کوئی نتیجہ نہیں نکلا"۔

"اف میرے خدا! یہ تم کیا کر رہے ہو.... جانتے ہو.... آج روبل تارا کی ہمارے ملک کے صدر سے اہم ترین ملاقات ہو رہی ہے"۔ آئی جی کانپ گئے۔

"کیا!!!" اکرام چلا اٹھا۔

"ہاں! اکرام ذرا سوچو.... اگر اس ملاقات کے دوران روبل تارا کو اطلاع مل جائے کہ ہم ان کے محل میں کیا کر رہے ہیں.... تو کیا ہو گا.... صدر صاحب ہم پر کتنا گرجیں گے"۔

"ہاں.... لیکن سر.... اول تو یہ بات میرے علم میں نہیں تھی.... دوسرے یہ کہ انسپکٹر جمشید ہمارے لیے کس قدر اہم ہیں.... یہ بھی تو سوچیں"۔

"ہاں! میں جانتا ہوں.... لیکن اکرام.... اس کا طریقہ یہ تھا کہ اگر کوئی ایسی صورت حال پیش آ گئی تھی تو تم تلاشی شروع کرنے سے پہلے مجھے فون کر دیتے"۔

"اس میں ایک پہلو اور ہے سر"۔ اکرام نے کہا۔

"اور وہ کیا؟" انہوں نے جلدی سے کہا۔

"یہ کہ روبل تارا اب اس محل میں نہیں رہتا.... اس نے اپنی رہائش کے لیے نئی جگہ تعمیر کرا لی ہے"۔

"اور یہاں کون رہتا ہے"۔

"اس کا بھائی عرفان تارا"۔

"اس سے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا.... ہے تو اسی کا.... خیر.... میں آ رہا ہوں.... ابھی تم کچھ نہ کرنا"۔

"جی بہتر"۔ اکرام نے فکرمندانہ انداز میں کہا۔

اور پھر آئی جی صاحب وہاں پہنچ گئے.... انہیں تمام حالات سنائے گئے.... آئی جی صاحب نے ان عجیب و غریب گنبدوں کو دیکھا.... پھر بولے۔

"آج کے دن تو ان گنبدوں کو نہیں تڑوا سکتے.... آج ان کی ملاقات ہو رہی ہے.... ہاں کل میں حکام بالا کے سامنے یہ معاملہ رکھوں گا اور اس وقت ہم دیکھیں گے کہ کیا کر سکتے ہیں"۔

"لیکن سر.... کل تک تو نہ جانے کیا ہو جائے"۔

"تب پھر تم ہی بتاؤ.... ہم کیا کریں"۔

اکرام اچانک چونک اٹھا اور پھر اس نے جلدی سے کہا۔

"میرے ذہن میں ایک ترکیب آئی ہے سر"۔

"چلو بتاؤ.... میں اس وقت ہر ترکیب سننے کے لیے تیار ہوں"۔

"لیکن سر ترکیب میں یہاں نہیں بتا سکتا"۔ اس نے الجھن کے عالم میں کہا۔

"کیا مطلب؟"

"ہم اس عمارت سے باہر چل کر بات کریں گے"۔

"کیوں.... خیر تو ہے"۔

"آئیں.... بتاتا ہوں"۔

وہ انہیں عمارت سے کچھ فاصلے پر لے آیا۔

"ہاں اب کہو.... کیا بات ہے"۔

"سر! میرا خیال ہے.... عمارت میں ہونے والی ہلکی آواز والی بات بھی سنی جا رہی ہے.... ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے اس عمارت کے کان ہوں.... اور بہت تیز ہوں"۔

"عمارت کے کان"۔ آئی جی صاحب بڑبڑائے.... لہجے میں حیرت تھی۔

"آپ کیوں حیران ہو گئے"۔

"اگر فاروق یہاں موجود ہوتا تو کہہ اٹھتا.... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے"۔

"اوہ اچھا"۔ اکرام مسکرایا۔

اور پھر اکرام نے سرگوشی کے انداز میں کہا۔

"میرا خیال ہے سر.... ان گنبدوں میں ضرور کچھ ہے.... لیکن ہم تمام گنبد تو نہیں تڑوا سکیں گے.... اس لیے میں نے سوچا ہے.... پروفیسر داؤد صاحب کی خدمات حاصل کرتے ہیں"۔

"اوہ ہاں! یہ بات ٹھیک ہے"۔ وہ چونک کر بولے۔

"وہ ان گنبدوں کو آلات سے چیک کریں گے اور پھر ہمیں یہ بات معلوم ہو جائے گی کہ کون سے گنبد میں گڑبڑ ہے۔

"دوسری بات یہ کہ میں فی الحال ملازمین پر یہ ظاہر کر دیتا ہوں کہ ہم نے تلاشی لے لی ہے اور اب ہم واپس جا رہے ہیں.... تاکہ وہ مطمئن ہو جائیں.... اس کے بعد ہم نہایت خاموشی سے اندر داخل ہوں گے"۔

"لیکن کیسے.... کیا عمارت کا صدر دروازہ کھلا رہتا ہے"۔ آئی جی صاحب نے منہ بنایا۔

"نہیں سر.... سیڑھی کے ذریعے سیدھے چھت پر چلے جائیں گے.... اس طرح ملازمین کو کانوں کان خبر نہیں ہو سکے گی"۔

"بہت خوب.... یہ ترکیب ٹھیک رہے گی.... لیکن اکرام.... اگر صدر صاحب کا فون آ گیا تو بہت مشکل ہو جائے گی"۔

"اگر ایسا ہوا تو ہم بھی صدر صاحب کو بتا دیں گے کہ معاملہ انسپکٹر جمشید اور ان کے بچوں کا ہے.... اگر وہ ان سے ہاتھ دھونا پسند کرتے ہیں تو ٹھیک ہے.... ہم لوٹ آتے ہیں"۔

"ہاں! یہ بھی ٹھیک ہے"۔ آئی جی قدرے مسکرائے۔

آخر اکرام عمارت میں داخل ہوا اور ملازمین کے پاس آیا.... وہ وہیں بیٹھے تھے.... جہاں انہیں بٹھایا گیا تھا۔

"ہم تلاشی لے چکے ہیں.... لہٰذا واپس جا رہے ہیں.... امید ہے آپ لوگ محسوس نہیں کریں گے"۔

"تو کچھ نہیں ملا آپ کو"۔

"نہیں"۔ وہ بولے۔

"کچھ ہوتا تو ملتا نا"۔ خوفناک شکل والے ملازم نے کہا۔

اور آخر وہ باہر آ گئے.... محل کا دروازہ بند کر دیا گیا.... تھوڑی دیر بعد سیڑھی کا انتظام کر لیا گیا اور اس کے ذریعے نہایت خاموشی سے وہ اوپر آ گئے.... اس سے پہلے پروفیسر داؤد کو فون کر دیا گیا تھا اور وہ بھی پہنچنے والے تھے.... ان سے پہلے وہ گنبدوں کے پاس پہنچ گئے اور سن گن لینے کی کوشش کرنے لگے.... لیکن کسی گنبد میں انہیں ہلکی سی آواز بھی سنائی نہیں دی۔

پھر پروفیسر داؤد وہاں پہنچ گئے.... انہیں بھی نہایت خاموشی سے اوپر لایا گیا.... آخر ایک گنبد کے بارے میں انہوں نے سرگوشی کی۔

"اس میں بات چیت کی جا رہی ہے.... یہ گنبد مکمل طور پر ساؤنڈ پروف ہیں لہٰذا آلات کی مدد کے بغیر قطعاً اندازہ نہیں لگایا جا سکتا"۔

"ہوں.... کیا آلات سے آپ گفتگو نہیں سن سکتے"۔ آئی جی صاحب بولے۔

"نہیں شیخ صاحب.... آلات پر سوئیوں کی حرکت سے صرف یہ بتا سکتا ہوں کہ اندر کچھ لوگ موجود ہیں اور آپس میں بات چیت کر رہے ہیں"۔

"اچھی بات ہے.... ہم اس گنبد کو تڑوائیں گے"۔ آئی جی صاحب بولے۔

"کیا آپ اس کے لیے حکام بالا سے اجازت لیں گے"۔

"نہیں.... اس میں وقت ضائع ہو گا اور میں اب انسپکٹر جمشید کے لیے بہت پریشان ہو گیا ہوں.... لہٰذا اکرام اپنا کام شروع کر دو"۔

اکرام فوراً اپنے بہت سے ماتحت اوپر لے آیا۔

"لیکن اکرام پہلے اس گنبد کے نیچے جو کمرہ ہے اس میں اپنے آدمی پہنچا دو.... آخر کو ان گنبدوں سے نکلنے کا بھی کوئی راستا ہو گا.... جونہی ہم اس کو تڑوانا شروع کریں گے.... وہ خبردار ہو جائیں گے اور اس راستے کے ذریعے غائب ہو جائیں گے"۔

"ہاں پروفیسر صاحب یہ بات تو ہے"۔ اکرام مسکرایا اور پھر اپنے چند ماتحتوں کو ہدایات دیں.... انہوں نے سیڑھی کو اوپر اٹھا لیا اور اب اسے اندر کی طرف لگا کر چار سادہ لباس والے نیچے اتر گئے.... پھر گنبد والے کمرے کی طرف بڑھے.... لیکن اس کے دروازہ پر تالا لگا ہوا تھا۔

انہوں نے اشاروں میں اکرام کو بتایا کہ دروازے پر تالا لگا ہوا ہے.... اکرام نے یہ بات پروفیسر داؤد کو بتائی.... انہوں نے شعاع والی ایک پستول ان کی طرف پھینک دی.... تالے کی طرف رخ کر کے پستول کا ٹریگر دبایا گیا تو تالہ پگھل گیا اور وہ آواز پیدا کیے بغیر ان میں داخل ہو گئے۔

"اپنا کام شروع کرو"۔ اکرام نے کہا۔

گنبدوں پر کدالیں برسنے لگیں.... کافی دیر تک کدالیں برستی رہیں.... لیکن گنبد کی ایک اینٹ بھی نہ اکھڑ سکی۔

"حیرت ہے.... آخر یہ کس چیز کا بنا ہوا ہے"۔

"پروفیسر صاحب ہماری اس سلسلے میں مدد کریں گے"۔ اکرام نے کہا۔

"ہاں ضرور.... کیوں نہیں.... اگر یہ اینٹوں کا بنا ہوا نہیں ہے.... پھر وہی شعاع والا پستول اس میں سوراخ کر سکے گا.... جو میں نے نیچے پھینک دیا ہے"۔

"اوہ اچھا.... میں پستول لاتا ہوں"۔

یہ کہہ کر اکرام نیچے کی طرف چلا.... صحن میں پہنچ کر اس نے آہستہ سے دستک دی.... دوسری اور تیسری بار دستک دی گئی لیکن دروازہ نہ کھلا.... اب اس نے قدرے زور زور سے دستک دی.... لیکن اس کے آدمیوں کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی۔

"اب کیا کیا جائے"۔ وہ بڑبڑایا۔

عین اس وقت آئی جی صاحب کے وائرلیس پر اشارہ موصول ہوا.... ان کا رنگ اڑتا نظر آیا۔

○☆○

حیرت

"تلاشی لینے والے جا چکے ہیں سر.... آپ اپنا کام شروع کر سکتے ہیں"۔ ان چاروں میں سے ایک نے کہا جو تلاشی دینے کے سلسلے میں بھیجے گئے تھے۔

"کیا انہیں کوئی کامیابی ہوئی"۔ عالم پناہ نے بارعب انداز میں پوچھا۔

"نہیں سر.... وہ بری طرح ناکام رہے ہیں اور لوٹ گئے ہیں"۔

"اس خوش فہمی میں نہ رہنا.... یہ لوگ ابھی جائیں گے نہیں.... ان کی نگرانی پر تین آدمی مقرر کر دو.... اوپر مینارے میں رہ کر وہ نگرانی کرتے رہیں.... اور ہمیں پل پل کی اطلاع دیتے رہیں.... اتنے میں ہم ان لوگوں سے نبٹ لیتے ہیں"۔

"اب ان کے معاملے میں ہم دیر کیوں لگائیں.... انہیں مردوں والے تہ خانے میں ڈال کر قصہ ختم کریں.... نہ رہے گا بانس.... نہ بجے گی بانسری"۔

"ہاں! یہ ٹھیک ہو گا.... بس میں ابھی یہ کام کرتا ہوں"۔

اور پھر تینوں آدمی باہر چلے گئے.... دروازہ بند ہو گیا۔

"آپ بتا رہے تھے.... آپ آخر ہیں کیا.... اور روبل تارا جیسے کیوں آپ کے ناخنوں میں پڑے رہتے ہیں"۔ انسپکٹر جمشید شوخ آواز میں بولے۔

"اوہ ہاں! روبل تارا جو اس قدر مشہور ہے.... وہ مجھ جیسے آدمی کی وجہ سے مشہور ہے.... اتفاق سے اس وقت وہ یہاں آ جاتا تو پھر تم دیکھتے اس کا حال.... کس طرح غلاموں کے انداز میں کھڑا ہوتا وہ میرے دربار میں"۔

"حیرت ہے.... آخر ایسا کیسے ممکن ہے"۔

"اس وقت اسے یہاں بلانا ممکن نہیں .... اور تمہارا وقت پورا ہو گیا ہے.... ورنہ یہ نظارہ ضرور دکھا دیا جاتا"۔

"تو آپ اپنے بارے میں بتائیں نا.... آپ آخر کیا ہیں؟؟"

"ہم یہاں کے بے تاج بادشاہ ہیں.... کہنے کو اس ملک کا صدر کوئی اور ہے.... وزیر کوئی اور ہیں.... حکومت کسی اور کی ہے.... لیکن حقیقت میں ایسا نہیں ہے.... کچھ خاص لوگوں کو حکومت روبل تارا جیسوں کی نظر آئے گی.... اور ہو گی ان کی بھی نہیں.... حکومت دراصل ہے ہماری"۔

"بات اب بھی پلے نہیں پڑی"۔

"یوں سمجھ لیں کہ ہم انشارجہ اور بیگال کے آدمی ہیں.... روبل

تارا ہمارے اشاروں پر ناچتا ہے.... لہٰذا روبل تارا جیسوں کو حکومت سونپ دی جاتی ہے"۔

"میں اب بھی نہیں سمجھا"۔ وہ مسکرائے۔

"میں اور وضاحت کر دیتا ہوں.... روبل تارا ذاتی طور پر اتنا بڑا آدمی نہیں.... اسے انشارجہ جیسے ملک نے بڑا بنایا ہے.... اسے پہلے انشارجہ بھیجا.... اس شرط پر دولت دی کہ وہ اس کے اشاروں پر ناچے گا.... اس کے سر پر باس بنایا مجھ جیسے کو.... تاکہ اس کی ہر وقت نگرانی بھی ہو سکے.... میں براہ راست ہدایات حاصل کرتا ہوں انشارجہ سے.... اور ہدایات دیتا ہوں روبل تارا کو کہ یہ کرنا ہے اور وہ کرنا ہے.... اب جہاں حکومت کو کوئی مسئلہ پیش آیا.... ہم روبل تارا جیسے لوگوں کو حکومت کی مدد کے لیے آگے کر دیتے ہیں.... اس طرح روبل تارا حکومت کی نظروں میں بہت اہمیت حاصل کر لیتا ہے.... اور پھر ہوتا یہ ہے کہ روبل تارا جیسے لوگوں کے ذریعے حکومت سے کام لیے جاتے ہیں.... اپنی مرضی کے کام.... مثال کے طور پر چند عیسائیوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی.... لوگوں نے انہیں پکڑ کر پولیس کے حوالے کر دیا.... اب لوگ یہ چاہتے ہیں کہ حکومت کے قانون کے مطابق انہیں پھانسی کی سزا ملے.... لیکن یہ اطلاع انشارجہ پہنچ دی جاتی ہے.... عیسائی مشنریاں حرکت میں آ جاتی ہیں اور انشارجہ کو خبر کر دیتی ہیں.... وہ مجھے پیغام دیتا ہے کہ ان عیسائیوں کو رہا کراؤ....

میں فوراً روبل تارا کو حکم دیتا ہوں کہ حکومت پر دباؤ ڈالے' وہ ان عیسائیوں کو رہا کر دے.... روبل تارا صدر سے رابطہ کرتا ہے اور دھمکی دیتا ہے کہ ان عیسائیوں کو رہا کرے.... ورنہ آئندہ وہ حکومت کے کام نہیں آئے گا.... صدر صاحب کی ایسی باتوں سے جاتی ہے جان.... انہیں اپنی حکومت بچانے کے لیے روبل تارا جیسوں سے مدد لینا پڑتی ہے.... لہٰذا وہ آئی جی صاحب کو حکم دیتے ہیں کہ انہیں رہا کر دیا جائے۔

آئی جی صاحب میں اتنا دم کہاں کہ صدر کا حکم ماننے سے انکار کر دیں لیکن انسپکٹر جمشید جیسے سرپھرے آڑے آ جاتے ہیں.... کہ نہیں جناب چاہے کچھ ہو جائے.... انہیں آزاد نہیں کیا جا سکتا.... یہ صورت حال دیکھ کر صدر انشارجہ کو فون کرتا ہے.... انشارجہ پھر مجھے حکم دیتا ہے اور میں روبل تارا کو.... روبل تارا پھر صدر کے پاس دوڑا جاتا ہے اور کہتا ہے.... رہا نہیں کرایا جا سکتا.... عوام گھبرا رہے ہیں تو فرار تو کرایا جا سکتا ہے.... آپ براہ راست سپرنٹنڈنٹ جیل کو حکم دیں.... کہ وہ انہیں فرار ہونے کا موقع دے.... آگے انہیں انشارجہ پہنچانا میرا کام ہو گا.... اور اس طرح انہیں اول تو رہائی مل جاتی ہے.... ورنہ فرار کرا دیا جاتا ہے.... اس طرح کام لیا جاتا ہے روبل تاروں سے.... اب آپ سمجھے کہ روبل تارا جیسے میرے ناخنوں میں کیسے پڑے ہیں"۔ وہ یہاں تک کہہ کر خاموش ہو گیا۔

"ہاں! یہ تو بات سمجھ میں آ گئی لیکن اس کاغذ کا مسئلہ ابھی تک حل نہیں ہوا"۔

"اب اس کی بھی سن لو.... کیونکہ تمہاری زندگی اب چند لمحوں کی مہمان ہے.... انشارجہ نے مجھے حکم دیا کہ سات آدمیوں کو ختم کرا دو.... وہ سات آدمی اس کے راستے میں روڑے اٹکاتے رہتے ہیں.... میں نے ان سات آدمیوں کے نام ترتیب وار لکھے.... ان کے آگے تاریخیں بھی لکھ دیں.... اور روبل تارا کو ہدایات دیں کہ ان لوگوں کو ان تاریخوں میں ایکسیڈنٹ وغیرہ سے مروا دے.... روبل تارا نے اپنے غنڈوں کو وہ کاغذ دے دیا.... ان میں سے ایک غنڈا ان سات میں سے ایک کی موت نہیں چاہتا تھا.... اس کا اس پر احسان تھا.... لہٰذا جب تین آدمی مارے جا چکے اور باری آنے والی تھی چوتھے کی.... جس کی موت اسے پسند نہیں تھی.... تو اس نے ایک پولیس آفیسر کو خفیہ فون کیا.... کہ وہ اسے پارک میں آ کر ملے.... پارک میں اس نے پولیس آفیسر کو وہ ساتوں نام دیے.... اور ساری بات بتا دی.... پولیس آفیسر روبل تارا سے ماہانہ وصول کرتا تھا.... اس نے روبل تارا کو فون کر دیا.... لہٰذا اس چوتھے آدمی کو موت کے گھاٹ اتارنے کی ذمے داری کسی اور کے سپرد کر دی گئی.... جونہی اس کی موت واقع ہوئی.... وہ غنڈہ سمجھ گیا کہ اب اس کی موت بھی آئے گی.... کیونکہ پولیس آفیسر غدار نکلا.... لہٰذا اس نے سات نام لکھ کر اپنے ایک دوست کو دیئے

کے لیے پارک میں ایک جگہ رات کے وقت بلایا.... ادھر روبل تارا کے غنڈے اس کی تلاش میں تھے.... وہ بھی پارک میں پہنچ گئے.... جب دونوں دوستوں کی ملاقات ہو رہی تھی اور غنڈہ اپنے دوست کو ساری بات بتا رہا تھا تو ایک چاقو سے اس پر وار کیا گیا.... چاقو دور سے پھینکا گیا تھا.... چاقو اس کے لگا.... اس نے جلدی سے ناموں والا کاغذ دوست کو دیا اور اسے بھگا دیا.... پارک میں چونکہ سیر کرنے والے ہوتے ہیں.... اس لیے اسے بھاگنے کا موقع مل گیا.... غنڈے اس زخمی غنڈے کو اٹھا کر لے گئے اور جا کر جنگل میں دفن کر دیا.... لیکن اب انھیں اس دوست کی فکر تھی.... ادھر وہ دوست فکرمند تھا.... کہ اب کیا کرے.... وہ پھر خود کو بھی خطرے میں محسوس کر رہا تھا.... غنڈے نے اسے یہ بھی بتایا تھا کہ پولیس پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا.... اب اس دوست کی سمجھ میں یہ بات آئی کہ نیشنل پارک میں انسپکٹر جمشید کے بیٹے آتے ہیں.... وہ کاغذ.... ان کے حوالے کیوں نہ کر دے اور ساری بات انھیں کیوں نہ بتا دے.... لہٰذا دوسرے دن وہ شام کے وقت گھر سے نکلا اور پارک میں پہنچ گیا.... اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ غنڈے بھی اس کے چکر میں وہاں پہنچ جائیں گے.... وہ پارک میں اسی جگہ پہنچ گیا جہاں اس کے دوست کا خون گرا تھا.... وہاں پہنچ کر اس نے ایک کاغذ پر وہ تمام نام لکھے.... جب کہ دوسرا کاغذ اس کے پاس تھا.... وہ چاہتا تھا.... ایسا انداز اختیار کرے کہ محمود اور فاروق اس کی طرف متوجہ ہو جائیں.... اور

غنڈے سامنے نہ آ سکیں.... لہٰذا اس نے کاغذ جیب میں رکھنے کے بجائے گھاس پر گرا دیا اور پارک سے نکل گیا.... وہ کاغذ محمود اور فاروق کے ہاتھ لگا.... بات وہ انھیں نہ بتا سکا اس لیے کہ غنڈوں کی موجودگی محسوس کر لی تھی.... پارک کے باہر غنڈوں نے اسے گھیر لیا.... اور وہ کاغذ اس سے لے لیا.... پھر وہ اسے لے کر اندر بھی آ گئے.... تاکہ دوسرا کاغذ بھی حاصل کر سکیں.... لیکن وہاں انھیں دوسرا کاغذ نہ ملا.... اس دوران محمود اس کو دیکھنے کے لیے باہر نکلا.... لیکن غنڈے اسے ایک کونے میں لے جا کر بات کر رہے تھے.... اس لیے محمود کو وہ نظر نہ آیا.... محمود نے پھر اس کا تعاقب کیا اور روبل تارا کے محل تک پہنچ گیا.... یہاں اس شخص کو میرے سامنے پیش کیا گیا.... میں نے اسے موت کے گھاٹ اتارنے اور جنگل میں لے جا کر دفن کرنے کا حکم دیا.... مجھے یہ معلوم نہیں تھا کہ محمود یہاں تک پہنچ گیا ہے.... اس طرح جنگل میں اس کے دفنانے کا منظر دیکھ آیا ہے اور پھر انسپکٹر جمشید صاحب کو لے کر یہاں تک پہنچ گیا ہے.... ادھر میرا ایک اور ماتحت جان ڈیکو پارک میں خفیہ طور پر موجود تھا.... وہ فاروق کو جنگل میں لے آیا.... تاکہ اس سے کاغذ حاصل کرے.... لیکن وہ فاروق کے ہتھے چڑھ گیا.... اور اس طرح آپ سب لوگ یہاں پہنچ گئے.... ہم نے پہلے تو آپ لوگوں کو چکر دینا چاہا کہ روبل تارا یہاں نہیں رہتے.... اب وہ نئی جگہ رہتے ہیں.... لیکن تم نہیں ملے.... اور اس طرح ہمیں تلاشی بھی

دینا پڑتی.... پھر جب ہم نے محسوس کیا کہ اب تم لوگ باز نہیں آؤ گے تو فیصلہ کیا گیا کہ اب تمہیں بھی ختم کر دیا جائے.... لہٰذا فانوس لٹکا دیا گیا.... یہ ہے کل کہانی.... اب تو پوری بات سمجھ میں آ گئی ہو گی.... اب مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ"۔

"اس سے پہلے تھوڑی سی کہانی مجھ سے بھی سن لو"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"ضرور کیوں نہیں"۔ عالم پناہ نے کہا۔

"محمود نے یہاں آنے پر دو سادہ لباس والوں کو نگرانی کے لیے مقرر کر دیا تھا.... انھی دونوں نے ہمیں اندر آتے دیکھ لیا ہو گا اور اب تک یہ عمارت پولیس کے گھیرے میں آ چکی ہو گی.... لہٰذا تم بچ نہیں سکتے"۔

"ہاں! یہ بات ٹھیک ہے.... لیکن اپنی پوری کوشش کے بعد اور تلاشی کے باوجود وہ تم لوگوں کو تلاش نہیں کر سکے.... یہ کام ہو چکا ہے"۔

"لیکن وہ دوبارہ بھی آئیں گے.... کوشش جاری رکھیں گے"۔

"کوئی بات نہیں.... تم تک وہ پھر بھی نہیں پہنچ سکیں گے"۔

"تو تم کیا سمجھتے ہو.... کیا ہم تم لوگوں کے لیے موم کے ثابت ہوں گے"۔ انسپکٹر جمشید نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"کیا مطلب؟" اس نے حیران ہو کر کہا۔

"مطلب یہ کہ کیا ہم تم لوگوں سے نہیں نمٹ سکیں گے"۔

"ان گنوں کے ہوتے ہوئے تم کیا کر لو گے"۔

"نظارہ دکھا دیں پھر"۔ وہ بولا۔

"ہاں ضرور کیوں نہیں"۔

"چلو بھئی.... شروع ہو جاؤ"۔ انسپکٹر جمشید نے سرد آواز میں کہا۔

"کوئی ضرورت نہیں ابا جان"۔ ایسے میں فرزانہ کی آواز سنائی دی۔

"کیا مطلب؟"

"ہمیں لڑنے بھڑنے کی ضرورت کیا ہے.... جب کہ یہ کام لڑے بھڑے بغیر بھی ہو سکتا ہے.... میں غیر محسوس طور پر عالم پناہ صاحب کی کمر پر پہنچ چکی ہوں اور اب ان کا پستول ان کی ہی پسلیوں میں چبھ رہا ہے"۔

انھوں نے چونک کر اس طرف دیکھا.... اب فرزانہ انھیں اس کے بالکل پیچھے نظر آئی اور عالم پناہ کا رنگ بھی اڑا اڑا نظر آیا۔

"لیکن فرزانہ اس طرح مزا نہیں آئے گا"۔ فاروق نے کہا۔

"تو پھر.... جس طرح مزا آئے گا۔ اس طرح کر لو"۔

"ہاں ٹھیک ہے.... مسٹر عالم پناہ.... اپنے ساتھیوں کو حکم دو... رائفلیں پھینک دیں"۔

"پھینک دو"۔ اس نے کانپ کر کہا۔

کلاشن کوفیں فرش پر گرا دیں گئیں.... وہ انہوں نے سمیٹ کر ایک طرف ڈھیر کر دیں۔

"اب فرزانہ تم اسی طرح کھڑی رہنا.... ہم ذرا ان سے دو دو ہاتھ کریں گے.... لو بھئی آؤ.... تم اب مل کر ہم پر حملہ کرو.... اگر تم نے ہمیں شکست دے دی تو ہم تمہارے باس کو چھوڑ دیں گے.... ہاں"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"کیا واقعی؟" باس نے چونک کر کہا۔

"ہاں بالکل"۔

"پھر تو یہ سب مل کر تمہارا نکال دیں گے بھرکس"۔

"نکلوا دو نہ بھئی.... ہم تو اسی انتظار میں ہیں"۔

"چلو.... شروع ہو جاؤ"۔

تمام غنڈے مل کر ان پر ٹوٹ پڑے.... لیکن کائی کی طرح چھٹ گئے.... کوئی ادھر گرا کوئی ادھر.... اور پھر کمرے میں ایک ہولناک جنگ شروع ہو گئی.... لیکن یہ جنگ صرف تین منٹ جاری رہ سکی.... تین منٹ بعد تمام غنڈے لمبے لیٹے نظر آئے۔

"اب کیا کہتے ہو بھائی باس"۔ فاروق بولا۔

"بھائی باس.... یہ کیا بات ہوئی؟"

"بھائی باس.... بھائی باس ہوتا ہے.... بس باس تو ہو نہیں

سکتا"۔ فاروق مسکرایا۔

"اب تم سے کون مغز مارے"۔

"مسٹر باس.... اب اس گنبد سے نکلنے کا طریقہ بتاؤ.... ورنہ ہم تمہیں بھی لمبا لٹا دیں گے"۔

"نن نہیں"۔ وہ کانپ کر بولا۔

"یہ تم اس قدر کانپ کیوں رہے ہو.... تھوڑی دیر پہلے تو عالم پناہ بنے ہوئے تھے"۔

"اندر سے بہت بزدل ہوں"۔ اس نے کہا۔

"تو پھر کھولو راستہ"۔

اس نے اپنی کرسی میں لگا بٹن دبا دیا فرش میں خلا پیدا ہوا اور فانوس اوپر آنے لگا.... اس فانوس میں بیٹھ کر نیچے اترنا ہو گا اور کوئی راستہ نہیں ہے"۔

"اوہو اچھا.... پہلے پھر تمہیں باندھنا ہو گا"۔

اسے باندھ کر وہ فانوس میں بیٹھ کر نیچے آئے.... ساتھ ہی اسے بھی لائے.... بٹن دباتے ہی فانوس اوپر نیچے آتا جاتا تھا.... اسی طرح سب کو نیچے لایا گیا.... نیچے کمرے میں انہیں چار سادہ لباس والے والے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے نظر آئے۔

"تم یہاں کیسے بھئی"۔

"ہم"۔ اب انہوں نے اپنے بارے میں بتایا۔

"اس کا مطلب ہے... ہمارے ساتھی باہر موجود ہیں"۔

"ہاں... سر"۔

"دروازہ کھولو پھر"۔

انہوں نے دروازہ کھولا... اور باہر نکلے... باہر اکرام اور دوسرے لوگ موجود تھے... انہیں نکلتے دیکھ کر دھک سے رہ گئے۔

"یہ... یہ کیسے ہو سکتا ہے... ہم نے تو اس کمرے کو بھی اچھی طرح دیکھا تھا"۔ اکرام دھک سے رہ گیا۔

"اور اب اندر آ کر نظارہ کر لو"۔

اندر آ کر انہوں نے فانوس اور گنبد کو دیکھا... اور دھک سے رہ گئے... ادھر آئی جی صاحب کا رنگ اڑا دیکھ کر وہ ان کی طرف متوجہ ہوئے۔

"آپ کو کیا ہوا سر؟"

"پہلے تو یہ چاروں بتائیں... انہوں نے دستک کی آواز سن کر دروازہ کیوں نہیں کھولا تھا؟"

"دستک... ہم نے کوئی دستک نہیں سنی... شاید یہ کمرے مکمل طور پر ساؤنڈ پروف ہیں"۔

"اوہ ہاں... ضرور یہی بات ہے... خیر... ہاں تو انسپکٹر جمشید... یہ چکر کیا ہے... میں نہیں جانتا... لیکن صدر صاحب کا حکم ہے کہ جن لوگوں نے روبل تارا کے محل کی تلاشی لی ہے... انہیں فوراً جیل

پہنچا دیا جائے"۔

"کوئی بات نہیں... ہم جیل جانے کے لیے تیار ہیں... لیکن آپ پہلے پوری کہانی سن لیں"۔

"ضرور کیوں نہیں"۔

انہوں نے ساری کہانی سنا دی... سات ناموں والا کاغذ بھی پاس سے لے لیا گیا تھا... وہ ان کے سامنے رکھ دیا گیا... ان میں سے چار آدمیوں کو واقعی موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تھا... لیکن ایکسیڈنٹ کی صورت میں... تاکہ کسی کو قتل کا شبہ نہ ہو... اور یہ لوگ ملک اور قوم کے سچے ہمدرد اور اہم لوگ تھے"۔

"ٹھیک ہے... ہم اسی وقت صدر صاحب سے ملاقات کریں گے... تاکہ روبل تارا کی موجودگی میں ہی ساری بات ہو جائے"۔

"یہ ٹھیک رہے گا... میں بھی ساتھ چلوں گا"۔ پروفیسر داؤد بولے۔

اور پھر وہ ایوان صدر پہنچے... لیکن وہاں انہیں بتایا گیا کہ روبل تارا اور صدر صاحب کی ملاقات ہو رہی ہے اور کسی اور کو اندر بھیجنے کی اجازت نہیں ہے... یہ سن کر ان کے منہ بن گئے اور انہیں کافی دیر تک انتظار کرنا پڑا... آخر صدر صاحب اور روبل تارا ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے باہر نکلے... اور انہیں دیکھ کر چونک اٹھے۔

"اوہو آپ لوگ... ارے ہاں... آئی جی صاحب... آپ نے

ان لوگوں کو جیل پہنچایا نہیں.... جنہوں نے ہمارے دوست روبل تارا
کے محل کی تلاشی لی ہے"۔
"نہیں سر"۔
"کیا مطلب.... نہیں سر.... یہ کیا بات ہوئی"۔
"یہ وہ لوگ ہیں سر"۔ انہوں نے انسپکٹر جمشید وغیرہ کی طرف
اشارہ کیا۔
"کیا مطلب؟"
"میرا خیال ہے.... آپ کو چند منٹ ہمیں بھی دینے چاہئیں....
وہ بھی روبل تارا صاحب کی موجودگی میں"۔ پروفیسر داؤد بولے۔
"اچھی بات ہے.... آیئے روبل تارا صاحب"۔
"نہیں.... میں تو اب چلوں گا"۔
"اچھی بات ہے"۔ صدر صاحب بولے۔
"یہ نہیں جا سکتے سر"۔ انسپکٹر جمشید اس کے راستے میں آ گئے۔
"کیا مطلب؟"
"جب تک آپ ہماری کہانی نہ سن لیں.... یہ نہیں جا سکتے....
کیونکہ ہماری کہانی دراصل ان کی کہانی ہے"۔
"یہ کیا بات ہوئی"۔
"جب تک آپ کہانی نہیں سن لیں گے.... آپ کو کچھ اندازہ
نہیں ہو سکے گا"۔

"صاحب صدر.... میں چلتا ہوں.... پہلے ہی بہت لیٹ ہو چکا
ہوں"۔ روبل تارا نے کہا۔
"یہ کیسے ہو سکتا ہے.... بات تو آپ سے ہی متعلق ہے"۔
انسپکٹر جمشید نے طنزیہ لہجے میں کہا۔
"مجھ سے متعلق؟" اس نے بھنا کر کہا۔
"ہاں جناب! آپ سے متعلق.... اور آپ کہانی سن کر ہی جا سکتے
ہیں.... اگر جانے کے قابل رہ جائیں"۔
"صاحب صدر.... آپ دیکھ رہے ہیں.... انسپکٹر جمشید کی
زیادتی.... میں کون ہوں.... کیا ہوں.... یہ انہیں معلوم نہیں"۔
"جمشید.... میں تمہاری کہانی سن لیتا ہوں.... انہیں جانے دو"۔
"یہ کیسے ہو سکتا ہے.... یہ مجرم ہیں"۔ انسپکٹر جمشید سرد آواز
میں بولے۔
"پتا نہیں کیا چکر ہے.... میرا خیال ہے.... آپ بھی رک کر ان
کی کہانی سن ہی لیں"۔
"جی نہیں.... میرے پاس وقت نہیں ہے"۔ یہ کہہ کر وہ پھر
آگے بڑھا۔ لیکن انسپکٹر جمشید اس کے راستے میں ڈٹے کھڑے رہے۔
"نہیں جانے دوں گا"۔
"آپ کچھ بولتے کیوں نہیں"۔ روبل تارا غرایا۔
"صدر صاحب کی شان میں یہ لہجہ"۔ انسپکٹر جمشید نے تلملا کر

کہا۔

"یہ صدر صاحب میرے آگے پانی بھرتے ہیں"۔

"اب میں برداشت نہیں کر سکتا صدر صاحب"۔ انسپکٹر جمشید بولے۔

"ٹھیک ہے جمشید.... تمہیں اجازت ہے"۔ صدر صاحب نے خود کو پرسکون رکھتے ہوئے کہا۔

فوری طور پر رونل تارا کی ٹھوڑی پر ایک زبردست مکا لگا.... وہ دوسری طرف الٹ گیا اور ساکت ہو گیا۔

"اسے اٹھا کر اندر کمرے میں لے آئیں"۔ انسپکٹر جمشید نے ایوان صدر کے محافظوں سے کہا۔

"یس سر"۔ وہ ایک ساتھ بولے۔

تھوڑی دیر بعد انسپکٹر جمشید رونل تارا کو ہوش کی حالت میں ساری کہانی سنا چکے تھے اور صدر صاحب سکتے کے عالم میں بیٹھے تھے.... پھر وہ بولے۔

"ٹھیک ہے.... لگا دو اسے ہتھکڑیاں اور پہنچا دو اسے جیل"۔

"اور انشارجہ سے کیا کہیں گے؟" اس نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"دیکھ لیں گے اسے بھی.... اگر اس نے زیادہ آئیں بائیں شائیں کی تو پھر ہم اسے ٹکا سا جواب دے دیں گے اور اگر اس معاملے میں خاموشی اختیار کر لی تو ہم بھی خاموش رہیں گے"۔ صدر صاحب

بولے۔

اور پھر وہ ایوان صدر سے نکل آئے.... اخبارات نے رونل تارا کی گرفتاری کی خبریں زور و شور سے شائع کیں.... لیکن انشارجہ کے کان پر جوں تک نہ رینگی.... اس نے اس بارے میں صدر صاحب سے بالکل کوئی بات نہ کی.... اور اس بات پر وہ اس قدر حیران تھے کہ خود بھی اندازہ نہیں لگا سکتے تھے کہ کس قدر حیران ہیں۔

○☆○

آئندہ خاص نمبر کی ایک جھلک

۲۰ جون کو پڑھیے

قیمت: ۶۰ روپے

۳۴ واں خاص نمبر

محمود، فاروق، فرزانہ، انسپکٹر جمشید، آفتاب، آصف، فرحت، انسپکٹر کامران مرزا اور شوکی برادرز کی مشترکہ مہم

ناول نمبر ۶۰۴

جیرال

مصنف: اشتیاق احمد

○ آسمان سے گرنے والے ایک آگ کی مانند سُرخ ستارے کو دیکھنے والی ایک بچی تھی —

○ وہ ستارہ جب نیچے آیا تو؟

○ انشارجہ میں ہل چل —

○ بیگم جمشید اپنے صحن کے فرش پر کیچڑ سے بھرے جوتے کا نشان دیکھ کر چکرا گئیں —

○ کیونکہ یہ نشان جوتے کا نشان ہی نہیں، جیرال کا نشان بھی تھا —

○ لیکن جیرال تو مر چکا تھا، پھر وہ جیرال کیسے ہو سکتا تھا —

○ اور جب جیرال ان کے سامنے آیا — ایک نئی تھرتھری —

○ جیرال کا منصوبہ حد درجے ہولناک تھا —

○ ان کی سرتوڑ کوششوں کے باوجود جیرال اپنے منصوبے میں کامیاب ہو گیا —

○ ان کا ملک خوف ناک تباہی کی لپیٹ میں —

○ کیا جیرال کامیاب و کامران واپس جانے میں کامیاب ہو گیا؟

○ دشمن ملک میں جیرال نے ان کے تمام راستے روک دیے تھے، پھر بھی —

○ پھر بھی وہ جیرال کی دعوت میں موجود تھے —

○ لیکن کیسے؟ جیرال چکر پر چکر کھاتا نظر آئے گا —

○ جوابی منصوبہ کیا تھا؟ فرزانہ کی ترکیب کیا تھی —

○ چھوٹے کرداروں کو جب جنگ کی آگ میں کودنا پڑا —

○ آپ کو اس ناول کی جوڑ توڑ اور جیرال کی ذہنی جنگ کی تیزی

مدت تک یاد رہے گی —

○ تمام خاص نمبروں سے بالکل مختلف — کیونکہ اس میں نہ وادی میں قید کی کہانی ہے — نہ جزیرہ — نہ سمندر —
○ آخر میں جب جیرال ان کے لیے فولاد کی چٹان ثابت ہوا —
○ ایک خوف ناک غلطی — جو بالکل آخر میں انسپکٹر جمشید سے ہوئی —
○ اس غلطی نے پانسہ پلٹ کر رکھ دیا —
○ اور اس موقعے پر جیرال کا اصول سامنے آتا ہے —
○ ایک نئے کردار ٹی ایس ایم سے ملیے — آپ کو یہ کردار پسند آئے گا —
○ ان کا منصوبہ کیا تھا — کیا وہ اس میں کامیاب ہوئے —
○ حیرت ہی حیرت — چکر ہی چکر — یہاں تک کہ آپ خود کو گھن چکر محسوس کرنے لگیں گے —

○

○ اپنا ناول پہلی فرصت میں بک کرا لیں ، یا ہمیں آرڈر بھیج دیں — تاکہ آپ کی کاپی محفوظ ہو جائے ، بصورت دیگر آپ ہاتھ ملتے نہ رہ جائیں — کیونکہ جیرال کے ناولوں کے ساتھ ہمیشہ یہی ہوتا چلا آیا ہے — پھر نہ کہیے گا — خبر نہ ہوئی —

○